HABIBIA ISLAMICUS
(The International Journal of Arabic &Islamic Research) (Quarterly) Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN:2664-4916 (P) 2664-4924 (E)
Home Page: http://habibiaislamicus.com
Approved by HEC in Y Category
Indexed with: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.
PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY
Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,** Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.
Website: www.habibia.edu.pk,
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

TOPIC:

WHO IS THE REAL VISIONER AND CREATOR OF THE CONCEPT OF PAKISTAN? AN ACADEMIC, INVESTIGATIVE, COMPARATIVE AND OBJECTIVE STUDY.

تصور پاکستان کا اصلی مصور وخالق کون؟: ایک علمی، تحقیقی، تقابلی اور معروضی تحقیق

AUTHORS:

1. *Dr. Muhammad Ali Junaid, Research Scholar. Visiting Faculty: Pakistan Studies University of Karachi Email ID: majunaid@live.com Orcid ID: https://orcid.org/0000-0003-1529-9407*

How to Cite: *Junaid, Muhammad Ali. 2024. "WHO IS THE REAL VISIONER AND CREATOR OF THE CONCEPT OF PAKISTAN? AN ACADEMIC, INVESTIGATIVE, COMPARATIVE AND OBJECTIVE STUDY.: تصور پاکستان کا اصلی مصور و خالق کون؟: ایک علمی،تحقیقی، تقابلی اور معروضی تحقیق.". Habibia Islamicus (The International Journal of Arabic and Islamic Research) 8 (1):1-28.*
DOI: https://doi.org/10.47720/hi.2024.0801u01.
URL: https://habibiaislamicus.com/index.php/hirj/article/view/297
Vol. 8, No.1 || January –March 2024 || P. 1-28
Published online: 2024-03-30

QR. Code

WHO IS THE REAL VISIONER AND CREATOR OF THE CONCEPT OF PAKISTAN? AN ACADEMIC, INVESTIGATIVE, COMPARATIVE AND OBJECTIVE STUDY.

تصور پاکستان کا اصلی مصور و خالق کون؟: ایک علمی، تحقیقی، تقابلی اور معروضی تحقیق۔

Muhammad Ali Junaid,

ABSTRACT:

We have been hearing since the beginning of our beloved state that the first person who gave shape to the concept of the state of Pakistan was the famous poet Mr. Muhammad Iqbal. We note that this perspective is from its very inception a product of a state-sponsored point of view, while we should investigate the word Pakistan and its ideology not only in the light of state-sponsored books and relevant materials but also by other independent sources. State narrative shows that Chaudhry Rehmat Ali Sahib coined the word Pakistan, but in this research, it will be clarified by doing independent research that the concept, ideology, and scheme of Pakistan was the achievement of which individual? I will also try to scientifically examine and test, the primary sources produced by primary and secondary sources. In this regard, I have given priority to the testimonies of those who saw this period and who were related to the Muslim League or had access to these circles.

KEYWORDS: *Pakistan, Iqbal, Rehmat Ali, Pakistan movement, Aqeel Abbas Jeffery, Sohail Ahmed Siddique, Allama Hasan Kazmi, Allahabad address, Hasan Riaz, Jinnah, Muslim League,*

تمہید: آزادی ایک ایسی حالت و سہولت کا نام ہے جس سے وہ ہی لوگ واقف ہوسکتے ہیں جو غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں، چناچہ وہ نسلیں اور اقوام جو صرف تاریخی قصص سے ہی اپنے اجداد کی آزادی کے لئے تگ و دو کا حال معلوم کرتی ہوں وہ کہاں، اس نعت مترقبہ کا اندازہ لگا سکتی ہیں۔

پاکستان کی تحریک آزادی کسی فرد واحد، جماعتِ واحد کے سبب حاصل نہیں ہوئی ہے اور نا ہی کسی ایک فرد اور گروہ کو اس کو چلانے کا ذمہ دار سمجھنا انصاف تصور کیا جانا چاہئے، بلکہ تاریخی شواہد محققین کو مختلیف راہیں دکھا کر نتائج اخذ کرنے پر مجبور کرتے رہتے ہیں۔ ان شواہد سے معلوم پڑتا ہے کہ یہ تحریک نوے سال کی انتھک محنت، جدوجہد، پیہم معرکہ آرائی اور شخصیات کے سبب چلی تھی۔ جن کی مجموعی محنت کا نتیجہ وہ ریاست ہے جس کو آج ہم پاکستان کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

مگر تحریک آزادی کے آخری وقتوں اور جدوجہد کو علمی و قانونی طور پر جس فرد نے حزم و احتیاط سے ممکن بنایا تھا، انہیں ہم محمد علی جناح کے نام یاد کرتے ہیں۔ یہ جناح ہی تھے جنھونے مسلم لیگ جیسی زعما و امرا کی جماعت کو جس کی حیثیت کبھی ماضی میں ایک فشاری گروہ سے زیادہ نہیں رہی تھی کو ایک عوامی مقبول مسلم جماعت میں تبدیل کر دیا تھا، انھونے ۱۹۳۷۔۔۔۱۹۴۷ کے دوران اپنی انتھک محنت کے دم پر اس تحریک اور جماعت کی کایا پلٹ کر کے رکھ دی تھی، ان کے علاوہ کسی اور سے اس جماعت کی قیادت کامیابی سے کروانا ایک جان جوکھم میں ڈالنے والا معاملہ تھا، جیسا کہ دیکھا جاسکتا ہے کہ تشکیل پاکستان کے بعد جناح و لیاقت علی خان کی رخصتی کے بعد ہی سے مسلم لیگ ایک بنا منزل و مقصود حیات کی جماعت بن گئی تھی، جس کے نتیجہ میں وہ مسلسل تاریخِ پاکستان میں شروع کے عشروں میں ہی شکستِ فاش سے دوچار ہو چکی تھی۔

یہ بات تو سب ہی جانتے ہوں گے کہ پاکستان تین جون کے آزادی کے منصوبے کی رو سے چودہ اگست ۱۹۴۷ کو وجود آیا تھا، ریاست پاکستان نے بھارت سے منفردیت کے طور چودہ اگست کو اپنا جنم دن قرار دیا تھا، اور آئینی و قانونی بحران سے نمٹنے کے لئے عبوری طور پر قانونِ آزادی ۱۹۴۷ کی دفعہ ۸ کی رو سے ۱۹۳۵ کے آئین کو عبوری آئین کا درجہ دے دیا گیا تھا، یوں وطن عزیز آئینی نقطہ نظر سے کلی آزادی حاصل نہیں کر سکا تھا، اور اس دوران اس کا آئینی و قانونی معیار وضمرہ، درجہ مستعمراتی اور ذیلی محکومیت کا حامل تھا، چناچہ اس دوران ہمارے سربراہ ریاست کو گورنر جنرل کے القاب سے موسوم کیا جاتا تھا جو اپنے سابقہ حکمران یعنی تاج برطانیہ کا اس خطہ میں جانشین تصور کیا جاتا تھا۔ مگر ۱۹۵۶ کے آئین کے ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ کو نفاذ نے پاکستان کو آئینی طور پر آزاد کر دیا تھا۔

سن دو ہزار نو اور دس کے دوران جب خاکسار جامعہ کراچی شعبہ نظمیات عامہ میں زیر تعلیم تھا، اس نے تصور پاکستان اور مسلمانوں کی آزاد ریاست کے قیام کے تصور پر ایک تحقیق فائنل ایر کے ریسرچ پراجیکٹ کے طور پر سرانجام دی تھی، جس کے نگران اس وقت کے ڈایریکٹر ایوننگ پروگرام۔ سابقہ چیرمین نظمیات عامہ، اور سابقہ ڈین آف آرٹس پروفیسر ڈاکٹر ابوزر واجدی صاحب تھے۔ اتفاق سے اس دوران رسمی ریاستی بیان کردہ بیانیہ کے برخلاف کئی محققین کی تحقیقات و کتب میرے مطالعہ میں آئیں تھیں، ان مصنفین میں ڈاکٹر عایشہ جلال، ڈاکٹر اشتیاق احمد قریشی، ڈاکٹر مبارک علی کے نام خاص الخاص ہیں، وہیں دوسری طرف اس ڈیڑھ دو سال بعد ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ تحریریں روزنامہ ایکپریس: کراچی کے اتوار کے رسالے سنڈے میگزین میں چھپنا شروع ہوئی تھیں۔ جو ڈاکٹر منیر احمد سلیچ اور عقیل احمد جعفری صاحب کی تحریر کردہ تھیں۔

میں بھی اس دوران تحقیقات سے اس نتیجہ پر پہنچ چکا تھا کہ تحریک پاکستان کی تاریخ کے مطالعہ و تحقیق سے یہ امر اظہر من الشمس کی طرح عیاں تھا کہ اقبال کوئی پہلے واحد فرد مفکر نہیں تھے جنھوں نے تصور پاکستان کو اول اول پیش کیا تھا بلکہ حق و سچ بات یہ ہے کہ اقبال نے مطالعہ پاکستان میں پڑھائے جانے والے نصاب کے برخلاف ۱۹۳۰ تک کسی لفظ پاکستان اور برطانوی ہند سے خارج آزاد خود مختار ریاست کے تصور کی بابت کچھ سوچا تک نہیں تھا، اسی طرح مسلم لیگ بھی اس بابت ۱۹۴۰ تک کچھ سوچنے اور کہنے کی حالت میں نہیں تھی۔ بلکہ جدید خیال محققین کا ایک گروہ جن کے سرخیل ڈاکٹر مبارک علی ہیں وہ اس قرادار لاہور کے مصنف پر ہی سوال کھڑے کرتے نظر آتے ہیں۔ اس ضمن میں ان کی مدون کردہ کتاب قرادار لاہور کس نے لکھی طبع از فکشن ہاوس۔ لاہور دیکھ لی جائے۔ چونکہ یہ زاویہ فکر ہماری تحقیق کا محور و مصدر نہیں ہے کہ ہم ان جزئی باتوں پر توجہ مرکوز کریں لہذا میں اصل بات کی طرف پلٹتا ہوں۔

کہ مجھے اول جس فرد نے اس بابت تحریک دلائی کہ سوچوں کہ آزاد مملکت کا خواب اور راستہ اول تاریخ میں کس نے دیکھا تھا، تو وہ میرے استاد محترم۔ ڈاکٹر سید اظہر علی صاحب تھے جو بڑے محقق، شاعر اور استاد تھے۔ میں نے جب ان سے سے دوران تعلیم، تحریکِ پاکستان نامی مضمون کی تحصیل کے دوران ماخذ طلب کیا تھا، تو انھونے کہا تھا کہ آپ خود ڈھونڈیں، میں نے انہیں جب اس ضمن میں مذید کرید اتو جواب آیا کہ: ماخذ انگلستان کی برٹش انڈیا لایبیری میں موجود ہے۔ چونکہ میری وہاں تک رسائی نہیں تھی تو پاکستان میں موجود متعلقہ

مواد کا مطالعہ شروع کیا تو مجھے یہ حوالہ جات ڈاکٹر اشتیاق احمد قریشی کی مشہور کتاب ''برصغیر پاک وہند کی ملت اسلامیہ'' سے دستیاب کچھ حد تک دستیاب ہو گئے، یعنی اتنا معلوم پڑ گیا کہ، اس بحث کی تحقیقی اصل مسلم لیگی حلقوں میں بھی موجود ہے، چناچہ مابعد تحقیق بڑھتی گئی اس بابت کئی تحقیقات گزریں جن میں پروفیسر احمد سعید صاحب کی کتاب ''حصولِ پاکستان'' بھی نظر سے گزری، جس میں اس بابت مذید بحث میسر آئی۔ خیر ان تحقیقات کی روشنی میں نے اپنا اسائینمنٹ تحریر کیا تھا جس کا عنوان تھا:

Iqbal's Ideology of Pakistan: An Analytical Study.

اس مقالہ یا اسائینمنٹ میں ناچیز ہیچ مداں نے یہ دعوی کیا تھا کہ اقبال کسی الگ برطانوی راج سے خارج مسلم ریاست کے قیام کی بابت تصور پیش کرنے والے اولین فرد نہیں تھے، بلکہ تاریخی ارتقاان سے اور رحمت علی سے بھی قبل اس بابت تصوری آرا فراہم کرتا نظر آتا ہے، بلکہ رحمت علی کے برخلاف اقبال کی ریاست برطانوی ہند میں ہی صوبہ کی طرح قایم ہونا تجویز کی گئی تھی، دوسری قابل غور بات یہ بھی تھی کہ اقبال نے ۱۹۳۰ کے خطبہ آلہ آباد میں کسی لفظ پاکستان کو استعمال نہیں کیا تھا۔ سویم یہ کہ اقبال شمال مغربی برطانوی ہند میں مسلم یکجاو مربوط علاقوں کی بابت تصور پیش کرنے والے اولین فرد نہیں تھے بلکہ اس سے قبل بھی سترہ سے زاید افراد اس بابت اپنا نقطہ نظر پیش کر چکے تھے۔

چہارم یہ خطبہ بہت قلیل افراد کے سامنے پیس کیا گیا تھا، بعض اقوال کی رو سے اکثر تو اسکول کے بچے تھے، مذید یہ کہ اقبال نے یہ تصور مسلم لیگ جناح کے اجلاس میں پیش نہیں کیا تھا بلکہ یہ منصوبہ مسلم لیگ شفیع کے اجلاس میں پیش کیا گیا تھا۔ اس بابت بحث کے لئے پروفیسر احمد سعید صاحب کی کتاب ''حصول پاکستان'' دیکھی جاسکتی ہے۔

خیر اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ یہ تحقیق دیگر جامعاتی تحقیقات کی طرح بوسیدہ ہوتے اسائینمنٹ کی طرح پیلی ہوتی گئی۔ مابعد میرے سامنے ایکسپریس سنڈے میگزین: کراچی میں چھپنے والی عقیل عباس جعفری کی تحقیقات بھی سامنے آئیں جس میں اس فاضل محقق نے اقبال کے تصور ریاست اور چوہدری رحمت علی کے تصور اور پاکستان کی اصطلاح کی اختراع کا ہما کاظمی صاحب کے سر پر بٹھانا چاہا تھا۔

تو آج سالوں بعد میں نے سوچا کہ اس موضوع پر ایک تحقیقی مقالہ تحریر کیا جائے چناچہ اس ضمن میں سابقہ جامعاتی مقالہ گرد سے ڈھونڈھ کر نکالا گیا، خوش قسمتی سے وہ تو مل نہیں سکا مگر حوالہ جاتی ہاتھ سے لکھی تحریر واستفادات میسر آگئے پھر ایکسپریس کی ۲۰۰۹ اور ۲۰۱۰ کی اشاعتیں دوبارہ دیکھی گئیں اور ان کے مطالعہ کے نتیجہ میں جو جوابی تحقیق دعوے یعنی اینٹی تھسس کی صورت میں نمودار ہوئی وہ آپ کے سامنے موجود ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ۲۰۱۱ میں عقیل عباس جعفری اور ان کی تردید میں سہیل احمد صدیقی کی تحقیقات سنڈے میگزین میں نمودار ہوئی تھیں، عقیل صاحب نے جو مضمون لکھا تھا اس کا عنوان تھا:

لفظ پاکستان کا خالق کون؟۔

اس ناچیز نے اس سلسلہ میں مذید تحقیق کی تو ہمیں معلوم ہوا کہ عقیل صاحب کی اس سے ملتی جلتی ایک تحقیق آن لاین ڈان نیوز کی ویب سایٹ پر موجود ہے جس کا عنوان ہے:

لفظ پاکستان کا خالق چوہدری رحمت علی یا کوئی اور؟

جس میں چوہدری رحمت علی کے علاوہ اس ضمن میں انھوں نے خواجہ عبد الرحیم اور علامہ غلام حسن کاظمی صاحب کا بھی ذکر کیا ہے۔[1]

پاکستان کی بابت تحقیقات کے مختلیف پہلو جدید الخیال محققین اور قدامت پسند محققین میں ہمیشہ سے تنازعات کا شکار نظر آتے ہیں۔ آج کل اس ضمن میں داکٹر سید جعفر احمد اور ڈاکٹر مبارک علی کے نام پیش کئے جاتے ہیں بلخصوص ڈاکٹر مبارک علی کا ماننا ہے کہ تاریخی تحقیقات کے موضوع و مواد بدلتے اور پھیلتے رہتے ہیں جبھی ہر دور کی تحقیق ہر دور کے لئے قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر مبارک علی صاحب نے اپنے اور کامران خان کے جیوز نیوز میں ہونے والے مکالمہ کا ذکر اپنی کتاب: **قرادار لاہور کو کس نے لکھا؟** میں بیان کیا ہے۔ یہ واضح رہے کہ جدید مکتبہ فکر کے محققین تحریک پاکستان کے ضمن میں تحریک پاکستان میں حصہ لینے والے مشہور مورخ، عالم فاضل جامعہ کراچی کے سابقہ شیخ، قرادار مقاصد کے تدوین کاروں میں سے ایک ڈاکٹر اشتیاق احمد قریشی کی تاریخ نگاری کے سخت مخالف نظر آتے ہیں بلکہ دیکھا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹر مبارک علی صاحب اپنی کتب میں اکثر وبیشتر ان کے حوالے دے کر ان کی مخالفت کرنے نظر آتے ہیں۔ جہاں تک ایکسپریس نیوز والے جعفری صاحب کے مضمون کا تعلق ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس کارد خود سنڈے میگزین۔ روزنامہ ایکسپریس کراچی میں مشہور محقق، ماہر لسانیات جناب سہیل احمد صدیقی صاحب نے اپنے مضمون میں پیش کیا تھا۔ سہیل احمد صاحب کے مضمون کا نام تھا۔

لفظ پاکستان کا خالق کون؟: چند معروضات۔[2]

اہل تحقیق چاہیں تو یہ مضمون آن لائن سرچ کر کے دیکھ سکتے ہیں۔ ہم اس ضمن میں تسلیم کرتے ہیں کہ ناچیز ان بڑے ناموں کے آگے طفل مکتب ہے، یہ ہیچ مدان، ناچیز تاہم اپنی کمزور علمی بصیرت و استعداد کے مطابق اپنی ادنی سے تحقیق ذیل میں پیش کرنے کی کوشش کرے گا، اب اسے میں کتنا معیاری انصاف کرپایا اس کا فیصلہ دیگر محققین ہی کرسکتے ہیں۔ اس ضمن میں خاکسار اس بات کو تسلیم کرنے میں عار محسوس نہیں کرتا ہوں کہ حدیث کے سند و متن کی بحثوں، اسماء الرجال کی بحثوں اور علمیت کا جہان ایک طرف مجھ پر کافی غلبہ طاری ہے وہیں میں ڈاکٹر اشتیاق احمد قریشی اور مبارک علی دونوں کا ساتھ ساتھ مداح رہا ہوں۔ چونکہ ڈاکٹر اشتیاق احمد قریشی اور جناب حسن ریاض نما لوگ براہ راست تحریک پاکستان میں شریک رہے تھے اور اس تحریک کے بڑھون کے قریب بھی رہے تھے، لہذا وہ خود تحریک پاکستان کے راوی کا درجہ رکھتے ہیں، جبھی ذاتی براہ راست شرکت اور مشاہدہ میں وہ اپنے خصموں پر فنی طور پر ترجیح کے حامل ہیں جبکہ ان کے بلمقابل افراد ان کے برخلاف نقلی قیاس آرایئوں سے کام لیتے نظر آتے ہیں، کسی واقعہ کا نقل ہونا اس کا محقق ہونا یا حقیقیت میں وقوع پذیر ہونا ثابت

نہیں کرتا ہے۔ لہذا سنداً میرے نزدیک ان کی تحقیقات جدید الفکر محققین کے مقابل زیادہ اہمیت کی حامل ہیں اس میں قیاسی تجربیت و نظری علوم کی جگہ حقایق و حوالہ جات کے ڈھیر زیادہ موثر اور محققانہ طور پر میسر آتے ہیں۔

یہ بات تو ہم سب ہی جانتے ہیں کہ سید احمد خان صاحب کو بنارس میں چلنے والی اور دو مخالف ہندوی سنسکرتی رسم الخط کی چلنے والی تحریک سے مابعد دونوں اقوام میں علیحدگی اور نفرت کی بنیادیں ابھرتی نظر آنے لگی تھیں، جیسا کہ انھونے بنارس کے کلکٹر شیکسپیر سے گفتگو میں اظہار رائے کرتے ہوئے پیش گوئی کر دی تھی کہ:

"اب مجھے یقین ہونے لگا ہے کہ دونوں قومیں کسی کام میں کبھی دل سے شریک نہیں ہو سکیں گی اور تعلیم یافتہ طبقے کے سبب ان دونوں میں دن بہ دن تفریق میں اضافہ ہوتا چلا جایگا۔"

غور کیا جائے تو بخوبی اندازہ ہوگا کہ ہندوستان کو حورِ شمایل قرار دینے والے اور ہندو اور مسلمان کو اس کی دو آنکھیں سمجھنے والے سید احمد خان کو صرف آٹھ نو سال میں ہی اپنا موقف بدلنا پڑ گیا تھا، جنگ آزادی سے لیکر بنارس کی اس لہر تک انھونے ہندوؤں کے ساتھ اتحاد کی خواہش کے باوجود اسباب بغاوت ہند میں واضح کر دیا تھا کہ یہ جنگ صرف مسلمانوں کا کارنامہ نہیں تھی اس میں ہندو قوم سمیت سب نے حصہ لیا تھا، یوں انھونے بنارس والی تحریک کے بعد مسلمانوں کو ہندوؤں کے بر خلاف ایک الگ قوم اصطلاحی طور پر تسلیم کیا تھا، اسی طرح جناح صاحب جو ہندو مسلم اتحاد کے کبھی داعی ہوا کرتے تھے۔ جب وہ نظریات کی دنیا سے براہ راست حکومتی حقیقتوں میں شریک کار ہونے لگے، دونوں ملتوں کے درمیان سرد اور نفرت انگیز تعلقات اور بے وفائیوں کا وہ جیسے جیسے بتدریج ارتقائی مطالعہ و مشاہدہ کرنے لگے تو ان کو بخوبی اندازہ ہو گیا کہ علیحدہ وطن کے بغیر کامل آزادی کا حصول قریباً نا ممکن ہے۔

مجبوراً ان کو بھی علیحدہ ریاست کی تخلیق کے لئے ارادی آزادی ظاہر کرنا پڑا اور اس امر کے لئے انھونے برصغیر کے مسلمانوں کی رضا حاصل کرنے پر توجہ مرکوز کی۔

خطبہ لاہور اور خطبہ الہ آباد کے خطبات و قراداریں اس لحاظ سے منفرد اہمیت کی حامل ہیں کہ یہ مسلم نمایندگی کی دعوے دار مسلم سیاست کرتی کسی جماعت کے پلیٹ فارم سے پیش کردہ آرا تھیں۔ لہذا بحث سے اختلاف سے قطع نظر یہ کہنا یا تسلیم کرنا ممکن ہے کہ خطبہ الہ آباد میں کسی لیگی کی جانب سے کسی ملسمانوں کے لئے مربوط، متصل اور منظم آزاد صوبے یا ریاست کا نظریہ پیش کیا گیا تھا، مطلب یہ کہا جا سکتا ہے کہ اقبال سے قبل جن افراد نے اس قسم کے نظریات پیش کئے تھے انھونے کسی باقاعدہ نمایندہ تسلیم شدہ سیاسی پلیٹ فارم کو بادی النظر استعمال نہیں کیا تھا جیسے اقبال نے کیا تھا۔

مگر یہاں ایک علمیاتی مسلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اقبال کے اس خطبہ کو اس عصر میں ناویسی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی تھی، جتنی ہماری نصابی کتب کے سبب ہمارے یہاں آج پائی جاتی ہے نا انھونے خود اس پر زیادہ بات کرنا اور اس کے لئے دلایل دینا ویسے پسند کیا تھا جیسے آج ہماری ریاست کی تشکیل کے بعد دیکھا پر کھا گیا ہے۔ حد یہ کہ یہ بحث چوہدری رحمت علی کے کتابچہ ابھی اور کبھی نہیں کے نمودار ہونے کے

بعد بھی خود ان کی جانب سے بطور دلیل حوالہ لنڈن ملاقاتوں میں بھی زیر بحث نہیں لائی گئی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ جنگ عظیم دویم نے دنیا کی سیاست اور زیر زمین طاقت کے توازن میں جو تبدیلی پیدا کی تھی اس نے تقسیم ہند کے خواب کو صدیوں دور ہونے سے ایک عشرہ کے فاصلے پر لا کھڑا کیا تھا۔ برطانوی راج کی پھیلی ہوئی وسعت، اور فلسطین نما غلط فیصلے ہٹلر، مسولینی اور اسٹالن کے عروج نے طاقت کا توازن اتنی بری طرح بگاڑ دیا تھا۔ کہ برطانیہ کو مقبوضات چھوڑیں اپنی ذاتی سرزمین کو سنبھالنے کے لاے پڑ گئے تھے، نتیجتاً امریکہ اس کی جگہ صنعتی سرمایہ دارانہ جمہوریت کار ہنما بن کر عالمی افق پر نمودار ہو گیا۔

تصور پاکستان کا ارتقا:

ا۔ معلوم پڑتا ہے کہ اغلباً مشہور، ادیب، صحافی اور مورخ **مولانا عبدالحلیم شرر** ؒ (۱۸۶۰۔۔۱۹۴۶) اس کے اولین پیش کار تھے انھوں نے اپنے رسالہ ''مہذب'' میں ۲۳۔ اگست۔ ۱۸۹۰ کو آئے دن ہندو مسلم فسادات کی نئی پھیلتی لہر کو دیکھتے ہوئے ہندو مسلم صوبوں کی تقسیم بندی کی بات کی تھی۔ یعنی یہ تجویز تقسیم بنگال سے بھی پندرہ سال قبل سامنے آئی تھی۔ [3]

۲۔ اسی طرح محمد علی جوہر کے اخبار کامریڈ میں **ولایت علی** نامی ایک وکیل صاحب نے بمبوق کے قلمی نام سے ایک مزاحیہ کالم بنام گپ شپ سے تحریر کیا کرتے تھے۔ انھوں نے اسی سلسلہ کے ایک کالم ''ایک ملاقات''طبع مورخہ مئی ۱۹۱۳ میں ایک خیالی کردار وضع کر کے اس اس سے ہندو مسلم مسلہ کا کوئی حال دریافت کیا تھا تو، اس کردار نے شمالی ہندوستان مسلمانوں کو دینے کی تجویز پیش کی تھی اور بقیہ ہندوستان ہندووں کو دینے کا مشورہ صادر کیا تھا۔ [4]

کہنے کو اس دور کے لحاظ سے تقسیم بنگال پر شور شرابا کرنے والوں یا دھرتی ماں کی گردان لگانے والوں کو اس پر کوئی شک لاحق ہو، یا دیوانے کی گپ تصور کرتے ہوں مگر اس بابت، ۳۔ **جمال الدین افغانی** بھی اس قسم کا تاثر ظاہر کر چکے تھے جب انھوں نے وسط ایشیا کی موجودہ سوشلسٹ حکومتوں، افغانستان اور برصغیر کے شمال مغربی مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل علاقوں پر مسلم جمہوریہ کا خواب دیکھا تھا، ہم اس بابت کسی محقق تفصیل کو بیان کرنے کی حالت میں فی الحال خود کو نہیں پاتے ہیں، کیونکہ اس کی واضح صریح بلسند محقق سند ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ [5]

۴۔ جانچنے اور پرکھنے سے ہم معلوم کرتے ہیں کہ خود **چوہدری رحمت علی صاحب** کو ترکیب پاکستان کا خیال انیس سو تیس یا پینتیس کے درمیان نہیں آیا تھا بلکہ خود چوہدری صاحب کا دعوی ہے کہ انھوں نے ۱۹۱۵ میں بزم شبلی کے ایک خطبے میں کہا تھا کہ:

''شمالی ہند مسلم ہے اور ہم اسے مسلم ہی رکھیں گے بلکہ اسے مسلم مملکت کی شکل عطا کریں گے اور ایسا جب ہی ممکن ہے جب ہمارا شمالی حصہ ہندوستان نا رہے، لہذا اولین شرط ہندوستانیت کو ترک کرنا مقصود ہے، اور یہ ہمارے اسلام کے لئے بہتر ہے'' [6]۔ اس بحث سے معلوم پڑتا ہے کہ رحمت علی بہت قبل تصور پاکستان سوچ چکے تھے اب معاملہ اس ریاست کو نام دینے کا تھا۔

۵۔سوشلسٹ ذہنوں کے حامل مسلم افراد بھی اس ضمن میں کسی سے پیچھے نہیں رہے تھے اس ضمرہ میں دو نام ہمیں پروفیسر عبد الستار خیری اور ڈاکٹر عبد الجبار خیری یعنی **خیری برادران** کے میسر آتے ہیں جنھونے سوشلسٹ انٹرنیشنل، اسٹاک ہوم کانفرنس میں تقسیم ہند کے ایک.ں صوبے کی بابت گفتگو کی تھی۔[7]

٦۔یہ ۱۹۲۵ کے دوران کی بات ہے جب **ذوالقرنین** نامی رسالے میں جو بدایوں سے چھپتا تھا۔اس میں **عبد القادر بلگرامی** کی گاندہی جی کے نام ایک کھلی چٹھی چھپی تھی جس میں نا صرف تقسیمِ ہند کا منصوبہ موجود تھا بلکہ مشرق اور مغربی پاکستان سے مماثل اضلاع کی فہرست بھی پیش کی گئی تھی۔[8]

۷۔ہندوستانی ہندو مسلم لوگوں کو چھوڑیں اس قسم کی طبع آزمائی میں ہم دیکھتے ہیں کہ خود عیسائی بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے تھے چناچہ اس ضمن میں ایک مثال **لویٹ فریزر** کی پیش کی جاسکتی ہے۔لویٹ فریزر ٹائمز آف انڈیا کا ایڈیٹر رہ چکا تھا۔اس نے پہلی جنگ عظیم کے دوران **ڈیلی ٹائمز: لنڈن** میں ایک نقشہ شایع کروایا تھا۔جس میں ایک تیر قسطنطنیہ سے سہارنپور تک کھینچا گیا تھا اور اسے مسلم راہ گزاری کے طور پر نقشہ میں ظاہر کیا گیا تھا۔کیونکہ یہاں مسلم اکثریت آباد تھی۔اس طرح،۸۔ **محمد علی جوہر صاحب** نے بھی شمال مغربی صوبہ میں اصلاحات کے کی قراردار کے ضمن میں اس قسم کی راہ گزر کا ذکرِ خیر کیا تھا۔[9]

درحقیقیت چونکہ ہندوستان کے شمال مغربی علاقوں میں مسلمان مسلسل منسلک علاقوں میں عرصہ دراز سے آباد چلے آرہے تھے۔وہاں شہری تمدن مرکزی ہندوستان سے کافی پسماندہ واقع ہوا تھا۔جبھی ہندو، عیسائی سمیت بہت سے لوگ اسے مسلم اکثریتی علاقہ عرصہ دراز سے تصور کرتے چلے آرہے تھے۔یہ کل راہ دری، قبایلی، اور نیم شہری تمدن کی حامل رہی تھی، جہاں کی غالب آبادی اسلام کی طرف اپنی نسبت رکھا کرتی تھی، جس میں قبایلی، بدوی، اور دیہاتی بود و باش نے رسم و رواج کی عجبن آمیزیش پیدا کردی تھی، مرکزی ترقی یافتہ ہندوستان سے اس خطہ میں کمانے یا تعلیم کے ضمن میں آنے کی مثالیں بہت قلیل موجود تھیں جبکہ ان شمال مغربی علاقوں سے تعلیم، اور روزگار کے لئے یوپی، اور بنگال جانے کی مثالیں بہت عام موجود تھیں، جیسا کہ اگر ہم علیگڑھ کے گریجویٹس کے نام جانچیں تو اس میں ایک معقول تعداد ان علاقوں سے وہاں جانے والوں کی ملے گی۔اس شمال مغربی علاقہ کا سب سے متمدن علاقہ پنجاب مانا جاتا تھا اور علمی، ثقافتی و سیاسی سلسلہ میں مرکزی مقام لاہور کو حاصل تھا جو متحدہ پنجاب کا تاریخی دارالخلافہ جانا تھا۔جبکہ کراچی کو اس کا موجودہ مقام تقسیم ہند کے مہاجرین کی ہجرت کے سبب حاصل ہوا تھا۔اس کے علاوہ شمال مغرب کے خاص تمدنی اور شہری مقاموں میں ملتان، پشاور، بہاولپور اور کوئٹہ خاص الخاص تصور ہوتے تھے۔

۹۔یہ ۱۹۲۳۔یا ۱۹۲۲ کی بات ہوگی کہ انجمن اسلامیہ ڈیرہ اسمعیل خان کے صدر **سردار گل خان** نے ایک کمیٹی کے سامنے یہ تجویز پیش کی تھی کہ: ہندوستان کو تقسیم کرکے آگرہ سے پشاور تک کے علاقہ مسلمانوں کو دے دینے چاہیں۔[10]

۱۰۔اس کے بعد اندازاً پانچ سال بعد اور خطبہ الہ آباد سے دو سال قبل۔ دسمبر۔۱۹۲۸ مین مشہور صحافی اور مورخ **مرتضی احمد خان میکش** نے روزنامہ۔ انقلاب (لاہور) میں چار لگاتار مضامین اس ضمن میں لکھے تھے جن میں انھوں نے ہندو مسلم تفرقہ کا حل ایک ایسے مسلم قومی وطن کی صورت میں پیش کیا تھا جو پنجاب، سندھ، بلوچستان، اور سرحد پر مشتمل ہو، اس پر ہندو ترجمانی کرنے والے اخبار پر تاپ میں اس تجویز کی شدید مخالفت کی گئی تھی۔ مگر مکیش صاحب نے اس کا پر زور رد پیش کیا تھا۔[11]

ایسا معلوم پڑتا ہے کہ اس دور کے مسلم اہل علم اور مدبرین کسی مرکزی مضبوط سیاسی جماعت کی عدم موجودگی میں انفرادی طور پر ہندو مسلم فسادات بلخصوص چورا چوری، اور موپلا بغاوت کے بعد کے ہندوستان میں دونوں قوموں میں موجود تلخی اور محاذ آرائی کو دیکھتے ہوئے اس ضمن میں سوچ بچار کر رہے تھے، مگر مسلم لیگ کے حلقے اس بابت خاموش نظر آتے تھے۔ مسلم لیگ کو اس بابت اگرچہ خطبہ الہ آباد میں ایک مبہم رائے میسر ضرور آئی تھی مگر اسے قبولیت عامہ نا اس مسلم لیگ۔ شفیع نے عطا کی تھی، جس کے جلسہ میں یہ بحث خطبہ سے نکلی تھی۔

اور نا ہی اس بابت مسلم لیگ جناح میں کوئی بات مشہور ہوئی تھی، چونکہ عرصہ سے مسلم لیگ ایک خاموش جماعت بنی پھر رہی تھی جناح لنڈن مکین ہو چکے تھے۔ جوہر رہائی کے بعد کانگریس سے آہستہ آہستہ دل برداشتہ ہوتے جا رہے تھے، مختلیف بیماریوں اور مجبوریوں نے ان کے گرد گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا تھا، دہلی کانفرنس نے اس پر آخری کیل ٹھونک دی تھی۔ چورا چوری کا واقعہ جوہر سمیت مسلمان بھولے نہیں تھے رہی سہی کسر موپلا بغاوت نے پوری کر دی تھی۔ حرمین شریفین سے شریف خاندان کا خاتمہ ہو گیا تھا اور سعودی خاندان اب حجاز کا حاکم بن چکا تھا۔ پھر ۱۹۲۴ میں مصطفی کمال پاشا کی لبرل سیکولر حکمت عملیوں اور خلافت کے خاتمے کے اعلان نے تحریک خلافت کو مزید کمزور کر دیا تھا، سعودی خاندان ننے بھی خلافت کے ضمن میں مصطفی کمال کی طرح کسی ذمہ داری کا بار اٹھانے میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کی تھی، اور نا ہی اس دوران ان کی مملکت کی معاشی حالت اس قابل تھی کی مسلم امہ کے معاملات سنبھال پاتے۔

سمجھیں اب ایک طرح سے دھیرے دھیرے دونوں فرقوں کے مابین نفرت وعناد کی فضا نچلے درجہ پر مسلسل آگ کی طرح پھیل رہی تھی۔ اور مسلم شخصیات کو اس پر سخت تشویش لاحق تھی، نتیجہ میں سب کی نگاہ حقیقیت پسند تناظر میں شمال مغرب کی اٹھ رہی تھی مسلم سیاست کے گڑھ یوپی جہاں ہندو اکثریت موجود تھی کا ایک مسلم صوبہ بنانا یا علیحدہ مسلم ریاست بننا ایک ناممکن امر تھا، اس امر کا بخوبی اندازہ ان مسلم رہنماوں کو بھی تھا جن کے نام تحریک پاکستان کے صف اول کے رہنماوں کے طور پر لیا جاتا تھا، اس دوران سایمن کمیشن اور نئے وفاقی نظام کی باز گشتیں ابھر رہی تھیں، جس کے نتیجے میں نئے آئین کی تیاری کے ضمن میں مقامی ہندو و مسلم رہنماوں کی کوششیں جاری و ساری تھیں، جس سے نبر آزما ہونے کے لئے اس دور میں نہرو اور جناح کی تجاویز نمودار ہوی تھیں، برطانوی وفاق یا مرکز تلے مسلم صوبوں کے مذید قیام کی روح جناح کے چودہ نکات میں بھی مل جاتی ہے، جس میں سندھ کو بمبئی سے علیحدہ کرنے، سرحد اور بلوچستان میں دیگر صوبہ جات کے مقابل صوبائی اصلاحات کے مطالبہ کو نہرو رپورٹ کے رد میں پیش کیا گیا تھا۔

اسی دوران **فضل کریم خان درانی** کی کتاب [12] سامنے آئی جس میں انھوں نے کہا تھا کہ

۱۱۔"دو متضاد ثقافتیں پہلو بہ پہلو نہیں جی سکتی ہیں ان کا باہمی تصادم ناگزیر امر ہے جس کا حل صرف یہ ہے کہ یا تو مسلم بہ حیثیت قوم خود کشی کر لیں یا ایک فٹ چوڑی چوٹی رکھ کر ہندو بن جائیں اور سب سے آخری حل یہ ہے کہ مسلمان بن کر مردانہ وار سلطنت ہند کے حصول کے لئے جان کی بازی لڑا دیں۔"[13]

۱۲۔رامیہ کانگریس کا مورخ سمجھا جاتا ہے اس نے کانگریس کی تاریخ میں **سر آغا خان سویم** کی بابت بیان کیا ہے کہ انھوں نے ۱۹۲۸ میں " آل انڈیا پارٹیز کنونشن"منعقد علی کلکتہ میں ہر صوبے کی خود مختار حیثیت تسلیم کرنے کی بابت تجویز دی تھی۔[14]

اب تک کی صورتحال کچھ اس قسم کی تھی کہ جو منصوبے آزادی کی خواہش کے آئینہ دار چلے آ رہے تھے وہ کسی بڑے پلیٹ فارم سے نہیں پیش ہوئے تھے اور نا ہی اس بابت کوئی منظم مہم اس بابت چلائی گئی تھی جیسی کانگریس کی جانب سے چلائی جا رہی تھی۔

چنانچہ مابعد اختتام خلافت تحریک کانگریس کی حکمت عملیوں سے مایوس مسلم رہنماؤں اور کچھ ہندو مفکرین کی جانب سے بھی ہندو مسلم بڑھتے اختلافات کا حل تقسیم زیر بحث آنے لگا تھا جیسا کہ اس ضمن، ۱۳۔جناب محمد علی جوہر کو ہی لے لیا جائے جن کی طرف ان کی موت تک کل مسلم ہندوستان بطور متفقہ رہنما کے طور پر نگاہ اٹھایا کرتے تھے انھوں نے اس عرصہ میں ہندو واحدوں کے ساتھ ساتھ پہلو بہ پہلو مسلم اکثریتی خود مختار صوبوں کو زیر مرکز دیکھنے پر توجہ مرکوز کرنی شروع کر دی تھی۔

۱۴۔اسی طرح ہندووں میں بی۔جے۔پی کے روحانی پیشوا ہندو مہاسبھا کا صدر **ساوارکر** کو لے لیا جائے وہ اکثر و بیشتر ہند اور مسلمان قوموں کا ذکر اپنی تحریروں اور بیانات میں بطور علیحدہ علیحدہ قوموں کی طرح کیا کرتا تھا۔۱۵۔اسی دوران ہندووں کے ایک بڑے رہنما اور قابل عزت رہنما **لالہ لاجپت رائے** جی نے ۱۹۲۴ میں تقسیم ہند کی بابت اشارہ دیا تھا۔[15]

خطبہ الہ آباد کی حقیقت و ماہیت:

جہاں تک اقبال کے بیان کے پس منظر کا تعلق ہے وہ غالباً قرار دار لاہور تک بھی مقبولیت عامہ میں شامل معلوم نہیں پڑتا تھا۔کیونکہ ۱۹۴۰ کی قرار دار اور مابعد مسلم لیگ کی قراردادوں کی شہرت اور اس پر ہونے والے ہنگامے، جناح کی فعالیت نے معاملہ کو الگ رخ دے دیا تھا، یہ ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ کی بات ہے جب محلہ یاقوت گنج، الہآباد میں مسلم لیگ کا سلانہ جلسہ منعقد کیا جار ہا تھا اور اسے ایک تمبا کو فروش کے گھر میں منعقد کیا گیا تھا۔بعض محققین کے مطابق یہ مسلم جناح نہیں بلکہ مسلم لیگ شفیع کا جلسہ تھا۔ویسے بھی جناح صاحب اس دوران سیاست سے دور انگلستان میں موجود تھے۔اس جلسہ میں بعض اعداد و شمار کے مطابق سوڈیڑھ سو سے زیادہ افراد موجود نہیں تھے، جسے کھینچ کھانچ کر مبالغہ کر کرے پانچ سو تک پہنچانا ممکن ہے اس سے زاید کا یہ قلم متحمل نہیں ہو سکتا ہے۔یہ مبالغہ بھی مفتی فخر الاسلام سے اخذ کردہ ہے کوئی ذاتی قلمی ایجاد نہیں ہے۔احمد سعید صاحب کو بھی اس ضمن میں تمام قدامت پسندی کے باوجود اعتراف ہے کہ موصول کوایف کی رو سے حاضرین بہت کم تھے[16]

خود مسلم لیگ کے اسٹنٹ سیکرٹری جناب شمس الحس مرحوم کے بیان کر روسے اس میں صرف چند ہی مندوبین نے شرکت کی تھی، اور لیگ کو کورم پورا کرنے میں بھی قلت افراد کے سبب مشکل کا سامنا تھا۔ بقول ماڈرن ریویو: کلکتہ کورم پورا کرنے کے لئے پچھتر افراد کی شرکت مطلوب تھی جو اس جلسہ میں دستیاب نہیں تھی مذید براں خود جناب اقبال صدر مجلس اس جلسہ کے اختتام سے قبل ہی جلسہ چھوڑ چکے تھے۔[17]

۱۶۔ اس خطبہ کے خاص الخاص متعلقہ معرکتہ الارا مباحث اس اقتباس سے بکھرتے محسوس ہوتے ہیں جو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

"جس میں ہمارے عظیم شاعر مشرق اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں کہ: اس لئے مسلمانوں کا یہ مطالبہ ہے **کہ ہندوستان کے اندر ایک مسلم ہندوستان کی تخلیق کی جائے**۔ جو بلکل جایز امر ہے۔ میرے نقطہ نظر سے آل پارٹیز مسلم کانفرنس منعقدہ: دھلی اسی بلند پایہ نصب العین پر مبنی تھی جو اپنی ترکیبی کل کی جداگانہ انفرادیتوں کا گلا گھونٹنے کی بجائے انہیں اس قسم کے مواقع فراہم کرے کہ وہ اپنے اندر پنہاں امکانات کو بخوبی برائے کار لا سکیں۔ میرے کو اس امر میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ ایوان ان مطالبات کی پر زور تائید کریگا جو اس قرارداد میں شامل ہیں۔ میں ذاتی طور پر ان مطالبات سے بھی آگے جانا چاہتا ہوں جن پر یہ قرارداد مشتمل ہے۔

میں پنجاب، سرحد سندھ اور بلوچسان کو ایک واحد ریاست میں مدغم ہوتا دیکھنا چاہتا ہوں خواہ وہ حکومت برطانیہ میں شامل ہو یا برطانیہ سے باہر ہو، میرے خیال میں ایک متحدہ شمال مغربی ہندوستانی ریاست شمال مغربی ہندوستانی مسلمانوں کا آخری مقدر محسوس ہوتی ہے۔"[18]

اس بحث میں اگر غور کیا جائے تو اول اقبال اپنی اصل خواہش شروع اقتباس میں بیان کرتے ہیں کہ خواہ یہ متحدہ صوبہ نما ریاست برطانوی ہند میں موجود اور شامل ہو اور بعد میں اس کو دور جا کر دو ٹکڑوں میں منقسم کر دیتے ہیں کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک حال سوچ لیا جائے یا تو برطانوی ہند کے اندر صوبہ یا ریاست تخلیق کر دیا جائے یا پھر دوسرا طریقہ ایک خود مختار برطانوی ہند سے باہر نئی نویلی خارجی ریاست کا باقی بچتا ہے۔ واضح رہے کہ سیاسی لغت میں اکثر و بیشتر صوبے اور ریاست ہم معنی تصور ہوتے ہیں بلخصوص جب وہ کسی وفاق کا حصہ ہوں۔ ہاں اگر نیم وفاق مراد ہو تو انہیں ریاست سے ہی اکثر موسوم کیا جاتا ہے۔ چناچہ پاکستان، ہندوستان کے وفاق میں میں موجود صوبے ہوں یا پھر امریکہ کی ریاستیں ہوں یہ وفاق کے دایرہ کر کو ظاہر کرتی ہیں، پاکستانی ان جزوں کو صوبے کہتے ہیں تو امریکی اسٹیٹ یا ریاست کہتے ہیں۔ معنی و مفہوم، وظایف دونوں کے یکساں نوعیت کے حامل سمجھے جاتے ہیں۔ اس خطبہ میں شمال مغربی علاقوں کا ذکر ملتا ہے مگر اس خطبہ تک سوائے پنجاب کے کوئی بھی جز صوبے کا کامل مقام نہیں رکھتا تھا جیسا کہ جناح کے چودہ نکات میں سندھ کو بمبئی سے علیحدہ صوبہ بنانے کا مطالبہ کی گیا تھا دوسری طرف سرحد و بلوچستان میں دیگر صوبہ جات کے برابر اصلاحات کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اور یہ امر واضح رہے کہ ۱۹۳۵ کے وفاقی آئین سے قبل صوبہ سندھ کا وجود نہیں پایا جاتا تھا سرحد کی اصلاحات بھی اسی دوران کی بات ہے اور بلوچستان ۱۹۷۰ میں جا کر وفاق پاکستان کے زیر جز باقاعدہ صوبہ قرار دیا گیا تھا۔

اس پوری بحث میں کسی واضح خود مختار ریاست کی بابت صراحت اور وضاحت کی جگہ اقبال نے کچھ رخ تجویز کئے تھے۔ اور لفظ پاکستان کا بھی کوئی ذکر نہیں پایا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ قرارداد لاہور ۱۹۴۰ کو قرارداد پاکستان ہندو لابی نے قرار دار دیا تھا پھر مسلم لیگ اور مسلمانوں نے اس اصطلاح کو قبول عام کا درجہ عطا فرمایا تھا۔

لہذا اس بابت یہ کہا جاسکتا ہے کہ اقبال نے ایک موہوم سا برطانوی دایرہ کار میں صوبہ تجویز کیا تھا جیسا کہ اقتباس کے اولین سطروں سے ظاہر ہے مابعد انھونے تجویز دی تھی اگر یہ ممکن نہیں تو مرکز سے باہر ایسا کچھ خود مختار وجود ممکن ہے۔ ان کی پوری بحث سے کہیں بھی یہ محسوس نہیں ہوتا ہے کہ وہ یا کوئی اور فرد برطانوی حکومت کے اس خطہ سے عنقریب رخصت ہونے کی کوئی توقع کر رہے تھے۔ چناچہ اس ضمن میں انصاف یہ ہے کہ یہ تجویز تھی منصوبہ نہیں تھا اور اسے راویوں کی عدم موجودگی، مسلم لیگ جناح سے عدم نسبت اور کم عمر بچوں کی شرکت کے سبب مقبول مقام برطانوی ہند میں حاصل ہو نہیں سکا تھا، تخلیق پاکستان کے بعد جب ریاست پاکستان نے اپنی ملی بنیادوں کی نصاب بندی کی تو انہیں شاعر مشرق کے کارناموں کے دایرہ کار میں ایک مصور پاکستان کا کردار ڈالنا ہی عمدہ محسوس ہوا اور چوہدری رحمت علی ایک غیر مسلم لیگی ہونے کے سبب صرف لفظ اختراع کرنے والا قرار دے کر کام چلا لیا گیا۔ مجھے نہیں معلوم کبھی کسی پاکستانی حکومت نے مرحوم کے جسد خاکی کو پاکستان لانے کا سوچا ہو، یا ان کے لئے کوئی روز منایا ہو یا پھر ان کی لنڈن میں قبر پر کوئی یادگار بنائی ہو یا پھر کسی پاکستانی وفد نے یوم آزادی پر مرحول کے مرقد پر پھول چڑھائے ہوں حلانکہ پھول چڑھانا ہماری کل قوم کا پسندیدہ شیوہ مانا جاتا ہے۔

یہ ایک جانی مانی بات ہے کہ مسلم لیگ کی جانب سے کسی آزاد ریاست کا مطالبہ مجمع عام میں بہ بانگ دھل ۱۹۴۰ کی قرار دار میں سامنے آیا تھا، چناچہ اس میں کسی شک کی گنجایش نہیں ہونی چاہئے کہ کسی مسلم تشخص اور نیابت کی نمایندگی کرنے والی جماعت کی جاب سے یہ اول باقاعدہ مطالبہ تھا۔

اس پر مستزاد اس خطبہ میں کہیں بھی ریاست یا لفظ صیغہ واحد سے نہیں ملتا ہے بلکہ ریاستیں (اسٹیٹس) کا لفظ استعمال کیا گیا تھا، پھر اس پوری بحث میں یہ ابہام باقی پایا جاتا تھا کہ یہ ریاستیں وفاق ہند کے ذیل ہوں گی یا پھر خارجی خود مختار ہیت میں نمودار ہوں گی؟ یا پھر یہاں اسٹیٹ بمعنی صوبہ استعمال کیا گیا ہے، اس صوبہ والی بحث کو مابعد ۱۹۴۲ کے کرپس مشن اور ۱۹۴۶ کے کیبنٹ مشن کی ضمرہ بندیوں سے بھی تقویت ملتی دکھائی دیتی ہے۔

ہم اب ذرا قرارداد والے انیس سو چالیس والے عظیم الشان جلسے سے ماضی کے الہ آبادی خطبے سے چند قدم آگے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ کوشش ہمیں لنڈن کی گولی میز کانفرنس تک لے جاتی ہے۔ اس کانفرنس میں آنے والے مسلم عمایدگین بلخصوص جناب جناح اور جناب اقبال سے ملنے والے رحمت علی اور ان کے ساتھیوں کو ان کے رویوں سے مایوسی کا شکار ہونا پڑا تھا۔ تاریخی واقعات و تاثرات سے معلوم پڑتا ہے کہ جناح اور اقبال نے ناتوان کمبرج کے نوجوانوں کو سنجیدگی سے لیا تھا نا ان کی باتوں پر خاص توجہ مرکوز کی تھی، اس سے کچھ قبل ہندوستان میں انقلابی سوشلسٹ رہنما بھگت سنگھ کامل آزادی اور سوراج کا نعرہ مار اچکا تھا اور اس کو اس کے ساتھیوں کو ان کی انقلابی

سرگرمیوں اور باغیانہ کاروائیوں کے سبب پھانسی کو منہہ دیکھنا پڑا تھا۔اس ضمن میں بھگت سنگ کی رہائی کی بات لارڈ ارون سے نا کر کے گاندہی نے کافی رسوائی کمائی تھی۔

حسن ریاض صاحب نے گول میز کانفرنس اور آزادی کے مسلم مطالبہ کے ضمن میں اپنے تاثرات یوں پیش کئے ہیں:

''اس وقت انگریزوں کے ہندوستان چھوڑنے کے آثا دور دور تک نظر نہیں آرہے تھے، بلکہ کوئی ایسا آئین آنے والا تھا جس میں انگریزوں کا دخل یقینی تھا۔مسلم کانفرنس کے ریزولیشن کا منشایہ تھا کہ ایسے ہندوستانی وفاق کے تحت جس میں واحدے(صوبے) کلی طور پر آزاد اور خود مختار ہوں اور جس کا مرکز ڈھیلا اور واحدے اختیارات کے لئے محتاج ہوں، پورا ہندوستان متحد رہے، یہ انگریزوں کی ماتحتی میں داخلی طور پر خود مختار ہندوستان ہوتا۔''[19]

اس دوران ارباب اختیار میں موجود تشویش کا اقبال کو ادراک تھا اور وہ مفاہمت کی جانب آمادہ نظر آرہے تھے، چناچہ اقبال تصور پاکستان کی نفی میں کافی مستعدی کا مظاہرہ کر رہے تھے، ممکن ہے کہ اس کے پس پشت ان کے پاس کوئی معقول جواز اور کوئی ملی نوعیت کے تحفظات اور مصلحتیں کارفرما ہوں، مدبرین کی فکر و اعمال میں حالات و واقعات کا ارتقا اور تغیر کافی دور تک تبدیلی کی لہر حالات سے مجبور ہو کر پیدا کرتا رہتا ہے۔اس میں یہ امر بھی ممکن ہے کہ اقبول وجناح شاید گول میز کانفرنس میں انگریز حکومت سے کسی بڑے ملی فایدے کے سبب احتیاط سے کام لے رہے ہوں، جیسا کہ مابعد کمیونل ایوارڈ کی صورت میں نشستوں کے تعین کے برطانوی فیصلے کو بھی بحث کے پس پشت رکھ کر دیکھا جاسکتا ہے۔

چناچہ ۴۔مارچ۔۱۹۳۴ میں اقبال نے جو خط **ایڈورڈ تھامپسن** کے جواب میں لکھا وہ اس امر کا غماز ہے کہ اقبال تصور پاکستان یا الہ آباد کے خطبہ میں کسی آزاد مسلم ریاست کی پیش کش کے خود سے انسلاک کے منکر تھے۔یہاں میں واضح کر دوں کہ میرے پاکستان مومنٹ کے مضمون کے استاد ڈاکٹر اظہر علی سید صاحب نے مجھے جس حوالہ کو ڈھونڈ ھنے کی راہ دکھائی تھی وہ اقبال کا مسٹر تھامپسن کے نام نفی کا خط ہی تھا۔جو جھے ڈاکٹر تارہ چند۔ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی مرحوم اور پروفیسر احمد سعید صاحب کی کتب میں میسر آگیا تھا۔

چناچہ اقبال مرحوم مسٹر ایڈورڈ تھامپسن کے نام خط میں فرماتے ہیں کہ:

''آپ نے مجھے کسی پاکستان اسکیم کا خالق و مربی گردانا ہے ایسی کوئی اسکیم (یا منصوبہ) میں نے پیش نہیں کیا ہے۔میں نے اپنے خطبہ میں زیادہ سے زیادہ شمال مغربی انڈیا یں ایک غالب مسلم صوبے کے قیام کی طرف اشارہ کیا تھا۔اور میرے منصوبے کی رو سے یہ صوبہ ہندوستانی وفاق کا حصہ ہوگا، جبکہ میرے برخلاف پاکستان نامی اسکیم ایک مسلم صوبوں کے وفاق کی بات کرتے نظر آتی ہے۔ہندوستان کے باہر انگلستان کی مانند، یہ اسکیم درحقیقت کمبرج میں نمودار ہوئی ہے اور اس کا مصنف یہ سمجھتا ہے کہ ہم نے راوں ڈ ٹیبل کانفرنس میں مسلم قوم کو ہندوستانی قومیت کے نام پر ہندو قربان گاہ کی بھینٹ چڑھا دیا ہے۔''[20]

جیسا کہ اس بیان کے آخری جملے میں دیکھا جا سکتا ہے کہ اقبال نے اول کسی پاکستان نامی اسکیم کی بات کی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اقبال نے اس میں خود کو اس اسکیم اور ریاستی منصوبے سے غیر منسلک کیا ہے تیسری بات یہ محسوس کی جا سکتی ہے کہ انھوں نے اس اسکیم کو کسی تحریر سے منسوب کر کے کسی فردِ واحد کو اس کا مصنف قرار دیا ہے۔اس پوری بحث سے ہماری سابقہ سطور میں کہی گئی بات کی تصدیق ہوتی اور بیک وقت کئی تردیدیں نمودار ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ اقبال نے کسی برطانوی ہندوستان سے خارج آزاد خود مختار مسلم ریاست کا منصوبہ پیش نہیں کیا تھا، جیسا کہ اقبال کو خود اقرار ہے دویم یہ کہ یہ منصوبہ درحقیقت ایک داخلی نئے آنے والے وفاقی آئین کے ذیل تجویز کردہ صوبے کی بابت گفتگو تھی۔ سویم یہاں عقیل احمد جعفری وغیرہ کے برخلاف اقبال اس اسکیم اور آزاد مسلم ریاست کے ریاست کے تصور کو اشارتاً چوہدری رحمت علی اور ان کے ساتھیوں کا کارنامہ سمجھتے ہیں، اس سے عبد الرحیم اور علامہ کاظمی کا اسکیم کا خالق ہونے کا بھی رد ہوتا ہے۔ جیسا کہ مصنف سے مراد غالباً ابھی اور کبھی نہیں نامی کتابچے کی طرف اشارہ فراہم کیا گیا ہے۔ بلکہ ساتھ انھوں نے اس اسکیم والوں کی مسلم عمایدین سے بدظنی کی طرف اشارہ بھی دیا ہے۔

میں نے اوپر ذکر کیا تھا کہ اقبال کا الہ آباد کا خطبہ مسلم لیگ شفیع کے پلیٹ فارم سے سامنے آیا تھا۔ چناچہ جب گول میز کانفرنس کے دوران ہندو مہاسبھا کے رہنما ڈاکٹر مونجے کا اعتراض سامنے آیا تو سر شفیع نے فرمایا تھا کہ:

”اگر اقبال نے مروجہ اصطلاح میں برطانوی کامن ویلتھ کے باہر کسی آزاد مملکت کی طرف اشارہ کیا ہے تو میں مسلم مندوبین کی طرف سے ایسی کسی تجویز کو مسترد کرتا ہوں۔“[21]

ایسا بھی ممکن ہے کہ اقبال خود ایسی کسی تجوز کو ابہام کی حالت میں چھوڑ کر مخالفت سے بچنا چاہتے ہوں جیسا کہ خطبہ الہ آباد جس جماعت کے جلسہ میں پیش ہوا اس کے صدر نے اس کی مخالفت پیش کر دی تھی۔ جناح بھی ایسی کسی اسکیم پر راضی نہیں تھے۔ ابھی ۱۹۳۵ کا آئین نافذ نہیں ہوا تھا اور نا ہی مسلم لیگ کو توقع تھی کہ کانگریس اس کو اس قدر شرمناک شکست سے دوچار کرے گی، اور مابعد کانگریس وزارتیں لبرل سیکولر، ڈھانچے میں ایسے ایسے گل کھلائیں گی۔؟

جبھی انکے بیٹے جسٹس جاوید اقبال کو مجبوراً یہ توضیح پیش کرنی پڑی کہ ۱۹۳۰ تک جناح کے چودہ نقاط مسلم لیگ کے سامنے موجود تھے اور اس کی حکمت عملی اس کی متقاضی نہیں تھی (کہ ایسا منصوبہ قابل عمل ہو)۔ مذید براں مسلم ہندو مسلم اتحاد کی موید تھی، جبھی لیگ کے پلیٹ فارم سے اس قدر انقلابی عمل بہ ظاہر ناممکن محسوس ہوتا تھا۔[22]

گاندہی کے پوتے راج موہن گاندھی نے اقبال کا یہ بیان اپنی کتاب[1] میں نقل کیا ہے کہ جو انھوں نے مسٹر تھامسن سے کہا تھا کہ:

”اس وقت مسلم الگ ریاست کی جو بات کی جا رہی ہے وہ اس معاملہ میں بہت سنجیدہ قسم کے تحفظات رکھتے ہیں“۔[23]

[1] Understanding Muslim Minds.

پاکستان کی بابت منصوبہ ہم دیکھتے ہیں کہ سرکاری حلقوں میں بھی تشویش پیدا کر رہی تھی چناچہ یکم اگست ۱۹۳۳ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے ایک جائنٹ سلیکٹ کمیٹی اس بابت قایم کی تھی، جس میں اسکیم کے متعلق وضاحت طلبی کی گئی تھی۔ اور یہ واضح طور پر ظاہر ہے کہ یہ کمیٹی الہ آباد خطبہ کی بابت نہیں تھی کیونکہ وہ ۱۹۳۰ کے اواخر میں منمنعقد ہوا تھا۔ اس کا سبب غالبا گول میز کانفس کانفرنس کے دوران ہونے والی وہ ہلچل تھی جو ان نوجوانوں کے سبب پیدا ہوئی تھی جو ان مسلم رہنماوں سے ملنے کی کوشش کرتے تھے جن سے برطانوی حکومت ملاقات کر رہی تھی، برطانوی پولس اور ایجنسیز ان امور پر سخت نگاہ رکھے ہوئے تھیں۔ خیر جن مسلم زعمانے اس کمیٹی کی کاروائی میں شرکت کی تھی، اس میں سے خاص الخاص مترجم قران عبداللہ یوسف علی، سر ظفر اللہ، اور ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب شامل تھے۔ وہاں اس منصوبے کو زیادہ سے زیادہ طالب علمانہ تخیل سازی سمجھ کر نا قابل عمل منصوبہ گردانا گیا، اس میں نا اقبال کا تذکرہ آیا اور نا علامہ کاظمی نامی گمنام کردار نمودار ہوئے۔[24]

اگر ڈاکٹر مبارک علی صاحب اس ضمن میں چوہدری ظفراللہ صاحب کا اس کمیٹی میں پیش ہونا اور اسکیم کا انکار دیکھیں تو اس الزام کی نفی مضبوط ہوگی کہ قرارداد لاہور کو سر ظفر اللہ نے وایسرائے کے کہنے پر نقل کیا تھا، ان کا اس ضمن میں براہ راست حوالہ کی جگہ تیسرے مصنف کو بطور حوالہ دلیل دینا اور سر ظفر اللہ کی تردید حقایق کے خلاف جدید تاریخی نگاری کی اغلاط کاری کو نئی تحقیقات کے نام سے پیش کرنے کو ناکام بنا دیتی ہیں۔

تصور پاکستان، لفظ پاکستان: آخر منصوبے کا خالق کون ہے؟

عقیل عباس جعفری صاحب کی تحقیق اور ان کا علامہ کاظمی اور خواجہ عبدالرحیم کی بابت موقف تو ہم اولین سطور میں واضح کر چکے ہیں سہیل احمد صدیقی صاحب کی تردید اس ضمن میں چند سطور اوپر دیکھی جا سکتی ہے۔ عقیل صاحب یہاں ایک نیا نادر نقطہ اختراع شدہ لفظ پاکستان کے ضمن میں یہ بھی ڈھونڈھ لائے ہیں کہ یہ لفظ ازبکستان کے علاقہ **قراقل پاکستان** سے اخذ کردہ ہے، واضح رہے کہ ۲۰۲۲ میں ازبکستان کے صدر شوکت مرزایوف نے اس خود مختار علاقہ کی خود مختار حیثت ختم کرنے کا اعلان کیا تھا، جس کے نتیجہ میں وہاں ہنگامہ پھوٹ پڑے تھے اور کئی ہلاکتیں بھی واقع ہوئی تھیں[25]۔ مگر حیران کن بات یہ ہے کہ یہ دور کی کوڑی ۱۹۳۰ سے ۱۹۴۷ تک کسی مسلم لیگی، غیر مسلم لیگی اور کانگریسی کے ذہن میں نمودار نہیں ہوئی تھی۔ عقیل صاحب جیسا بڑ آدمی جس کے سامنے ایسے تمام دلایل موجود تھے اس امر سے بخوبی واقف ہوگا کہ قراقل پاکستان اور مجموعہ کلام پر مشتمل اصطلاح میں توارد کے سوا کوئی نسبت نہیں پائی جاتی ہے، کیونکہ قراقل علاقہ تو وہاں کا علاقہ ہے مگر موجودہ اصطلاح نما لفظ پاکستان پاکستانی علاقوں کے ابتدائی حرفوں اور اواخر تان سے ملا کر اختراع کیا گیا تھا۔ مابعد یار لوگوں نے اسے پاک لوگوں کی سرزمیں کے طور پر بھی تشریح کرنا شروع کر دیا تھا، تو دوسری طرف کسی نے اسے لاالہ کا نعم بدل معنی باور کرانا شروع کر دیا تھا۔ ویسے بھی اس قسم کے عوامی نعرہ جات اور جذبات نگاری کا تاریخی قدامتی موقف سے کچھ لینا دینا نہیں ہوتا

ہے۔ تاریخ بلنفس ویسی ہی ہوتی ہے جیسی ماضی میں واقعات نمودار ہوئے ہوتے ہیں، تمام مطالب و تشریحات، مفروضات اضافی نسبتوں اور مواقف کے ماسوا کچھ نہیں ہوتے ہیں۔

ہم اس بحث کے تناظر میں اتنا قبول کرتے ہیں کہ ہم محترم خالد احمد کی تصنیف[26] سے ناواقف ہیں جس میں لفظ پاکستان کی شروعات کی بابت لغوی و معنوی بحثیں کی گئی ہیں، لیکین ناچیز نے قیاساً واخذاً اتنا ضرور اندازہ کرلیا گیا ہے کہ عقیل عباس جعفری صاحب کی تحقیق کا معتدبہ حصہ اسی سے اخذ شدہ معلوم پڑتا ہے۔ مگر جہاں تک خواجہ عبدالرحیم صاحب کا تعلق ہے تو میں اس سے بہت قبل راج موہن گاندہی کی تصنیف "مسلم افکار" کے مطالعہ کے سبب کچھ ناکچھ واقف تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ انکا تذکرہ مطالعہ کی گرد تلے دب چکا تھا، جب اس مقالہ کے ضمن میں اس کتاب کو دوبارہ نکال کر پڑھا تو ذکر از سر نو پھر تازہ ہو گیا۔

راج موہن صاحب کہتے ہیں کہ:

"تیسرے عشرے کے اوایل میں ایک شخص **خواجہ عبدالرحیم** کے ذہن میں لفظ پاکستان آیا تھا جس کا مطلب تھا پاک لوگوں کی سرزمین اور ایک کیمبرج کے طالب علم رحمت علی نے اس لفظ کو شایع کیا تو یہ لفظ عام ہونے لگا تھا۔ ۱۹۳۳ کا واقعہ ہے جبکہ جناح کو اس تصور کو اختیار کرنے سے سات سال بعد قرداد لاہور میں ایسی آزاد اور خود مختار ریاست یا ریاستوں کے لئے کسی نام کی تلاش تھی، پریس اس کے لئے لفظ پاکستان کا استعمال کرنے لگا تھا، کچھ عرصہ بعد مسلم لیگ نے اس نام کو اپنا لیا۔"[27]

ہم دیکھتے ہیں کہ عقیل صاحب نے خالد صاحب کے ساتھ ساتھ **ڈاکٹر جہانگیر خان** کا بھی حوالہ دیا ہے جو کے۔ عزیز صاحب کو انٹریوا میں نمودار ہوا تھا۔ کہ لفظ پاکستان دراصل خواجہ عبدالرحیم کا سوچا ہوا تھا۔ پھر اس ضمن میں ساہیوال کے ایک جاگیر دار **میاں عبدالحق** کا حوالہ دے کر دلیل کو مذید مضبوط کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جنھونے ۱۹۶۴ میں ایک اردو روزنامہ کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا تھا کہ کیمبرج میں ۱۹۳۲ میں دریا کنارے چھل قدمی میں خواجہ صاحب نے **پیر احسن الدین** کے سامنے تجویز پیش کی تھی، کہ برصغیر کے مسلمانوں کو ایک علیحدہ ریاست کا مطالبہ کرنا چاہئے۔ اقبال نے بھی اس عمل کو سراہا تھا مگر مابعد چپ سادھ لی تھی، پھر بس کے سفر میں انھونے چوہدری رحمت علی کو بھی یہ مشورہ دیا تھا، عبدالحق صاحب نے جون ۱۹۷۰ کو ندائے ملت کی اشاعت میں یہ بیان پھر دہرایا تھا پھر غالباً ۲۱ دسمبر۔ ۱۹۸۷ کو خالق لفظ نے یہ دعوی دہرایا کہ وہ لفظ پاکستان کے خالق ہیں اور اول اول انھونے یہ لفظ **خیبر یونین آف اسٹودنٹس** کے اجلاس میں اپنے زیر صدارت استعمال کیا تھا۔"[28]

اگر مسلم تاریخ نگاری کے ضمن میں اسماالرجال کے علم اور سند و متن کی بحثوں کا مطالعہ کریں تو معلوم پڑتا ہے کہ مسلم مورخین اور محقق محدثین نے روایتوں کی جرح پھٹک کرنے کے ضمن میں کچھ اصول اور معیارات قایم کئے تھے جنھیں آج بھی حدیث و آثار کے صحیح و غلط ہونے کا اندازہ قایم کرنے کے لئے بروئے کار لایا جاتا ہے۔ اگرچہ جدید تاریخ کا مزاج رپورٹنگ اور جھوٹ کی ملاوٹ نے کافی ابتر کردیا ہے مگر محقق اگر معیار قایم کرکے تحقیق کرنا چاہے تو اس پر کوئی علمی قدغن عاید کرنا غیر معقولی امر ہوگا، چناچہ اس علم کے مروجہ

استعمالات کے ضمن میں اخذ مسایل کر کے کہا جا سکتا ہے کہ واقعہ کے مشاہد راوی کا اول موجود ہونا ضروری ہے، دوسری اس امر کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اس کے اہل عصر افراد میں اس سے معلقہ بحث میں اس کی بابت اعتراف یا تردید کا ہونا ضروری ہے، تیسری بات یہ ہے کہ راویوں کا باہمی ملنا اور متعلقہ ماجرا بیان کرنا ضروری ہے، چوتھی بات یہ ہے کہ واقعہ کے عہد اور اس کے قرب زمانہ سے متعلق تاریخی نوعیت کی حامل دستاویز اور نقلی تواریخ کا پایا جانا اور ان سے متعلقہ واقعہ کا نقل ہونا اور مشہور ہونا ضروری ہے۔ بہتر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس متعلقہ شخصیت کے متعلق اس واقعہ سے نسبت میں تنازع موجود نہیں ہو، اگر تنازع موجود ہے تو تنازع کی جزیات وکلیات واضح ہوں۔

ان اصولوں کو اگر اس بحث پر نصف فیصد بھی عاید کیا جائے تو معیارِ تحقیق میں کچھ نا کچھ عمدگی لانا ممکن ہے، جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس تحریک کے جو لوگ ان مباحث کو دیکھنے، پرکھنے اور ان مباحث پر لکھنے والے تھے، اور جن کا کوئی نا کوئی تعلق مسلم لیگ سے بھی رہا تھا وہ اس لفظ کی بابت اپنی کتب میں چوہدری رحمت علی کا نام ناصرف بطور لفظ اختراع کرنے والا تسلیم کرتے ہیں بلکہ وہ ان کی پوری اسکیم اور اس اسکیم کی بابت گول میز کانفرنس کے مندوبین سے ملاقاتوں کا حال بھی بیان کرتے نظر آتے ہیں۔

ڈاکٹر اشتیاق احمد قریشی اور حسن ریاض صاحب کی کتب تاریخ اس ضمن میں دیکھی جا سکتی ہیں، ہماری بحث میں صرف لفظ پاکستان کو اختراع کرنا شامل نہیں ہے، بلکہ ساتھ ساتھ ہم نے واضح کیا ہے کہ بہت سے مدبرین رحمت علی، عبد الرحیم، کاظمی، اقبال، وغیرہ سے عرصہ قبل مسلم آزاد ریاست کی بابت کلام کر چکے تھے۔ مگر جس فرد نے اس بحث کو باقاعدہ منصوبہ بندی اور، نقشہ کے ساتھ پیش کیا تھا اور اس کے لئے ڈٹ کر بحث و مطالبہ کیا تھا، ملاقاتیں کی تھیں، مواد تحریر کیا تھا، تبلیغ و تشہیر کی تھی وہ چوہدری رحمت علی ہی محسوس ہوتے ہیں۔ ہم اس ضمن میں بیان کر چکے ہیں کہ وہ شمال مغربی ریاست کی بابت اقبال سمیر کئی مفکریں سے پندرہ سولہ سال قبل ھی کلام کر چکے تھے جیسا کہ وہ ۱۹۱۵ میں بزم شبلی میں بھی یہی گفتگو فرما چکے تھے۔

اس دوران کیمبرج حلقے کے لوگوں میں بھی بہت حد تک ان کی بدولت یہ بحث زیر گردش آرہی تھی، جہاں تک میرا قیاس کام کرتا ہے خواجہ عبد الرحیم صاحب بھی اسی حلقے سے تعلق رکھتے تھے۔ انھونے لفظ پاکستان کو پاک لوگوں کی سرزمین قرار دیا تھا۔ یہ بات قابل تسلیم ہے۔ کیونکہ یہ سب افراد کسی نا کسی طور پر ایک ہی حلقے اور جامعہ کے ہم عصر طالب علم رہے تھے۔ خواجہ عبد الرحیم نے اس موعود سرزمین کو جو ابھی معرض وجود میں نہیں آئی تھی پاک لوگوں کی سرزمیں گردانا تھا، جیسا کہ کچھ یار لوگوں کا دعوی ہے۔ یوں یہ لفظ اصطلاح سے آگے بڑھ کر عقیدت کے دایرہ کار میں شامل ہو چکا تھا۔ ممکن ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنے حلقے میں موجود اس بحث کو **پیر احسن** سے چہل قدمی میں ذکر کیا ہو اور یہ بات سفر کرتی **میاں عبد الحق** تک جا پہنچی ہو۔ جن کو ایسا لگا ہو کہ خواجہ صاحب کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اور اصل خالق وہی ہوں گے۔ ان سے اس بحث کو کے۔ کے۔ عزیز جیسے شکوکی مورخ نے اخذ کر لیا ہو۔ اگر مفاہمت کی راہ اختیار کر کے سوچا جائے تو یہ سوچنا بھی ممکن ہے کہ یہ کل کارنامہ کیمبرج حلقہ کا مشترکہ کارنامہ رہا ہو، مگر چوہدری صاحب کی فعالیت اور رہنمائی کے سبب ان کا نام معروف ہو گیا ہو۔

خیر اتنا طے ہے کہ ہماری ریاست پاکستان میں ان سب حضرات کی کچھ نا کچھ خاندانی باقیات موجود ملتی ہیں جبکہ ان کے برخلاف، چوہدری صاحب کو ریاست پاکستان نے کوئی عزت، مقام، دولت، روزگار تک نہیں دیا تھا بلکہ نتیجہ خیز المیہ یہ نمودار ہوا کہ دو گز کی قبر بھی ان کو اپنی تجویز کردہ سرزمین میں نصیب نہیں ہوئی ہے، بلکہ یہ تک بیان کیا جاتا ہے کہ نئی ریاست کے ارباب اختیار نے ان کو اس سرزمین پر بسنے تک نہیں دیا تھا۔

دور کی کوڑی لانے اور گدڑی سے لعل ڈھونڈھنے والے مورخین اکثر ان روایتوں اور بیانات کو سند بنانے کی کوشش کرتے ہیں جو تاریخِ پاکستان کے اولین دور میں جب تحریک کے طبقہ اول اور دویم کے لوگ زندہ تھے کو بھی ڈھونڈھنے سے میسر نہیں تھیں۔ اور اس اول دویم طبقہ کی اموات کے بعد کی صورتِ حال کے لوگ پھر کسی کارکن یا برطانوی ہندوستان میں میں رہایش پذیر فرد کو راوی بنا کر پیش کر دیتے ہیں، جس کی کوئی جانچ پڑتال کرنا بھی ممکن نہیں ہوتا ہے۔

اس پوری بحث میں تاریخی حقایق کی جگہ مورخوں کے متعین اہداف زیادہ اہم کردار ادا کرتے نظر آرہے ہیں۔ چناچہ ہم دیکھتے ہیں کہ میاں عبدالخالق، خواجہ عبدالرحیم، اور جہانگیر خان کے دعوے اس لئے کافی کمزور نوعیت اختیار کرنے لگتے ہیں کیونکہ یہ دعوے نا قراردادِ لاہور سے قبل نمودار ہوئے، اور نا ہی ۱۹۴۶، کی قرادار کے بعد لکھے، جانچے اور پرکھے گئے تھے، اور نا ہی ۱۹۴۷ کی آزادی کے بعد اور نا ہی ۱۹۳۷ تا ۱۹۵۱ تک اقبال، جناح، لیاقت علی اور رحمت علی کے ارتحالوں کے دوران ابھرتے محسوس ہوئے۔ تحریک آزادی کی پہلی پیڑیوں میں سے اکثر فوت ہو چکے تھے، ان دعووں کو جانچنے کے لئے ہم اس دور کے مشاہدہ کرنے والے مورخین بلخصوص مسلم لیگ سے تعلق رکھنے والے مورخین کو دیکھتے ہیں تو اس بابت کوئی رائے قطعیت کی حامل نظر نہیں آتی ہے، ان کتب میں ریاستی خواب دیکھنے والوں کا ذکر بھی ملتا ہے، اقبال کے خطبہ کا بیان دیکھتے ہیں اور گول میز کانفرنس کے بعد کیمبرج کے طالب علموں کا ذکر آتا ہے، ان کی ملاقاتوں اور ان کی اسکیم کا حال سامنے آتا ہے، حد یہ کہ رحمت علی کا نام بھی سامنے آتا ہے۔ مگر حیران کن طور پر کسی نے بھی میری ناقص معلومات کی رو سے ان ناموں پر توجہ مرکوز نہیں کی تھی، جن کے نام عقیل صاحب نما مورخین نے بیان کئے ہیں، کچھ لوگوں نے خود کی ہی کتب کو حوالہ بنا دیا ہے، یعنی خود سند سازی سے کام لیا ہے، کچھ نے کسی اور مصنف کا نام دلیل بنا دیا ہے، مگر بنیادی اولین راویوں پر مبنی حالات و واقعات جو تحریک کے صف اول کے حلقلوں تک رسائی رکھتے تھے کی جانب سے اس قسم کے مباحث ڈھونڈھنے سے بھی میسر نہیں آپاتے ہیں۔ دعوے کرنا اور ان کا ثابت ہونا دو الگ الگ شہ ہیں۔ اس قسم کے مظاہر خارجی و متنی تنقید کی کسوٹیوں پر پرکھنے سے بڑے مسایل پیدا ہوتے محسوس ہوتے ہیں۔

چناچہ دیکھا جاسکتا ہے کہ میاں عبدالخالق کا دعوی آزادی کے ستایس سال بعد ایوب خان کے دور میں سامنے آیا تھا، جب ایوب خان سابقہ مسلم لیگیوں کا ناک میں دم کئے ہوئے تھے۔ خواجہ عبدالرحیم والا بیانیہ قریباً پچاس سال بعد سامنے آیا تھا، اور اس دوران کوئی مورخ کم از کم بنیادی مواد سے ان کے بابت تصدیق و تنفید کی حالت میں نہیں تھا۔ چناچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حسن ریاض صاحب نے تحریک پاکستان

اور تحریک خلافت کو دیکھا تھا، جو مسلم لیگ کونسل اور ورکنگ کمیٹی کے رکن بھی رہے تھے۔ مزید براں وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اخبار منشور سے بھی وابستہ رہے تھے وہ اپنی کتاب میں اس بابت خاموش ملتے ہیں۔

اسی طرح ڈاکٹر اشتیاق احمد قریشی جو تحریک خلافت میں شریک رہ چکے تھے، اور کیمبرج میں پاکستان نیشنل مومنٹ اور رحمت علی کو دیکھنے، ملنے والے تھے، گیارہ سال شیخ الجامعہ کراچی رہے اس بابت اپنی کتب میں ارتقائی بحث میں خاموش ملتے ہیں۔ جناب ڈاکٹر محمود الحسن صاحب، جو جامعہ ملیہ دھلی کے وایس چانسلر، بھارت کے صدر ڈاکٹر ذاکر حسین کے بھائی تھے، جنھونے رحمت علی اور کئی مسلم زعما کو دیکھ تھا، اور وہ بھی جامعہ کراچی کے شیخ الجامعہ رہے اس بابت کچھ کہتے نہیں دکھتے ہیں۔ علامہ حسن مثنی ندوی جو مشہور عالم، ادیب، تحریک آزادی ہند اور مسلم لیگ کے کارکن رہے تھے انھونے بھی اس لفظ کا خالق رحمت علی کو گردانا ہے مگر عقیل صاحب خود کسی جگہ سکون سے بیٹھتے نظر نہیں آتے ہیں ان کی بات سے یہ امر بس مجموعی طور پر نکلتا نظر آتا ہے کہ اس لفظ پاکستان اور تصور کو رحمت علی کے سر مونڈھنا علمی طور پر درست نہیں ہے کیونکہ دو تین افراد اور بھی اس بابت بات کر چکے ہیں اس جگہ ہم بھی ان کی تائید کرتے ہیں کہ اقبال ورحمت علی کوئی مسلم ریاست کے اولین مصور نہیں تھے۔ لہذا اگر ارتقائی کڑیوں میں ان ناموں کو شامل کیا جائے تو علمی ارتقا سے کوئی زیادتی نہیں ہو گی۔

ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کوئی تصور پیش کرنا، اس کو اپنانا، اس کی تبلیغ کرنا، اس کے فروغ کے لئے کام کرنا، تحریری منصوبہ پیش کرنا، زعما کو قایل کرنے کی کوشش کرنا یہ کلی مجموعی محنت تھی جس کہ کئی رخ تھے، جن پر رحمت علی سے قبل کسی نے کام نہیں کیا تھا۔ اگر اقبال اس تصور کی وضاحت کر دیتے اس کو آخر تک اپنا لیتے تو بحث خطبہ الہ آباد پر ہی اختتام پذیر ہو جاتی، اقبال مرحوم نے اس جگہ آزاد خود مختار ریاست کو خود کا کارنامہ ماننے سے انکار کر دیا تھا، جبھی رحمت علی باقی رہ جاتے ہیں جن کا اختراع کردہ لفظ پاکستان ہماری اس ریاست کا آئینی نام ہے جس میں آج ہم رہایش پذیر ہیں۔

اس لفظ کے ساتھ کئی نئے نویلے شگوفے قایم کئے گئے، جیسا کہ ایک نے اسے پاک لوگوں کی سرزمیں گردانا، ہم کتنے پاک ہیں اس بابت ہر کوئی جانتا ہے، کسی نے اس کا معنی کلمہ توحید بتایا حالانکہ کلمہ توحید ایک وحی شدہ کلام ہے اس کا دور دور تک انسانی صناع کاری سے لینا دینا نہیں ہے، ہم کتنے موحد ہیں یہ امر بھی بحث کا محتاج ہے۔ عقیل صاحب اس ضمن مین خالد احمد کے بعد اولف کیرو تک جا پہنچتے ہیں ان کے مطابق **اولف کیرو** کی کتاب **"روسی سلطنت"** میں موجود نقشہ میں وسطی ایشیائی ریاست **قراقل پاکستان** سے لفظ اخذ شدہ ہے۔ جبکہ یہ ایک معروف بات ہے کہ مختلیف زبانوں میں بہت سے الفاظ باہم ملتے جلتے ہیں، کچھ میں اخذ کے ثبوت میسر آتے ہیں، مگر کچھ میں توارد اور مشابہت کے سوا کچھ تعلق پایا نہیں جاتا ہے۔ جناح اور اقبال اگر یہی اولف کیرو والے نقشہ سے واقف ہوتے تو اس کا حوالہ دیکر سند کے طور پر پیش کر سکتے تھے۔ کتنے مورخین اور مشاہدین دنیا سے گزر گئے کسی کو اس ریاست سے پاکستان کے نام کے اخذ کا خیال تک نہیں گزرا تھا۔ نتیجتاً یہ کارنامہ ہمارے عقیل صاحب کے نام ہوا۔

اگر فرض کریں کہ خواجہ عبد الرحیم صاحب نے رحمت علی کو لفظ پاکستان بیان کیا تھا تو رحمت علی نے اس کو اصطلاحی مخفف میں بدل دیا تھا جیسے پ سے مراد ان کی نگاہ میں پنجاب، الف سے مراد افغانیہ، ک سے مراد کشمیر، س سے دریائے سندھ کے زیریں علاقے سندھ وغیرہ بلوچستان کے آخر سے تان لے کر اسے پاکستان کے موجودہ جغرافیہ کو کامل کر دیا تھا، واضح رہے کہ چوہدری صاحب کی اسکیم میں دیگر علاقے بھی شامل تھے جن کا یہاں ذکر بحث سے خارج ہے اور جو طوالت کلامی میں اضافہ پیدا کرے گا۔ چوہدری صاحب نے درحقیقت نام اختراع کرنے سے ایک قدم آگے بڑھ کر اسے تحریک و فکر کا درجہ دے دیا تھا اور اس ضمن میں انھوں نے مختلف کتابیں اور کتابچے تحریر کئے تھے۔

جس طرح ارسطو سے قبل بھی سیاست پر کلام افلاطون، سقراط اور ان کے ساتھ سوفسطائیوں کے یہاں پایا جاتا تھا، مگر ارسطو اس لئے اس علم کا بانی قرار پایا کہ اس نے باقاعدہ ریاست و سیاست پر منظم قاعدے کے ساتھ بحث کی اسے علم بنایا، تخیل اور یوٹوپیا کی جگہ حقیقیت پسندی پر مبنی علم مدون کر کے اس کو اصطلاحوں اور نظریوں سے قایم کیا، تقابلی نہج کو بروئے کار لاتے ہوئے عصری ریاست و سیاست کا مطالعہ کیا، مروجہ آئینوں کو پرکھا تھا۔

عین اسی طرح چوہدری جی نے اپنے تمام سابقہ مقدمین کی فکر کو وسیع پیمانے پر پیش کیا تھا، دوسری طرف ان کے کارنامہ کی تحدید کر کے ،انگلی کٹوا کر شہیدوں میں نام لکھوانا علمی زیادتی کے سوا اور کچھ نہیں ہے لہذا یہ بیانیہ کہ انھوں نے بس نام پاکستان اختراع کرنے کے سوا کچھ نہیں کیا تھا، ان کے قد کو قطع کرنے کی ناجایز کوشش ہے، یہ بات ریاستی بیانیہ اور جبری مطالعہ پاکستان تک تو ممکن ہے مگر کسی آزاد جبر کے بغیر تحقیق کرنے والے کے لئے قابل ہضم بیانیہ نہیں ہے۔ اس کارنامے کو علامہ اقبال کے انکار کے باوجود ان کے سر مونڈھنا تاریخ سے سنگین زیادتی ہے۔

بہت کم لوگ جانتے ہوں ہوں گے کہ مکمل آزادی یعنی سوراج کا نعرہ اول گاندھی جی نے ساوتھ افریقہ سے آکر نہیں مارا تھا، بلکہ اشارہ ملتا ہے کہ یہ نعرہ ۱۹۰۵ میں اول مشہور شاعر اور رہنما **حسرت موہانی** نے لگایا تھا، مگر اسے علمی سنگت میں اور وہ بھی بزم شبلی جیسی سنگت میں پیش کرنا رحمت علی کا کام تھا اس ضمن میں ان کی بحث سے متعلقہ کتاب [29] دیکھنی چاہئے۔ اس کتاب کا اول ایڈیشن ۱۹۳۶ میں کیمبرج سے پاکستان نیشنل مومنٹ نے شایع کیا تھا اور تیسرا ایڈیشن ۱۹۴۷ کو چھپا تھا، جبکہ جدید پاکستانی ایڈیشن سنگ میل۔ لاہور نے رحمت علی کی تحریروں کے مجموعے میں شایع کیا ہے۔ اس کتاب میں شروع میں ہی ان کی مجوزہ کئی ریاستوں کے نام بھی ملتے ہیں، جو کچھ یوں ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرحوم کا تصور مقامی نہیں عالمی نوعیت کا حامل تھا، ان کے پیش کردہ اسکیموں کے ممالک کے نام کچھ یوں تھے جیسے ،بانگستان، عثمانستان، صدیقستان، فاروقستان، حیدرستان، موینستان، ماپلستان، صفستان، نثارستان، دینیا: دنیا کا ساتوں براعظم ۔اور پکاسیا۔ معلوم پڑتا ہے کہ ہر ریاست پر انھوں نے کچھ نا کچھ تحریر فرمایا تھا۔

چنانچہ **سہیل احمد صدیقی صاحب** نے **حکیم آفتاب احمد قریشی** صاحب کی سند سے جو اپنے والد حکیم **محمد حسن قریشی صاحب** سے جو رحمت علی کے ہم جماعت تھے کے حوالے سے توثیق کی ہے کہ "یہ پنجاب میں ان کی شہرت کا اثر تھا کہ ان کو قرارداد لاہور کا دعوت نامہ موصول ہوا

تھا۔ مگر حکومتِ پنجاب نے ان کے وارنٹ گرفتاری، ان کی سرگرمیوں کی شہرت کے سبب جاری کر دیئے تھے، اس مقصد کے لئے انھونے اپنی کثیر لسانی استعداد کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی تحریک امریکہ، یورپ، عرب افریقہ تک پہنچائی تھی بلکہ انھونے جرمن حکومت تک جو جنگ عظیم دویم کی اولیں محرک تھی کے سربراہ، ہٹلر سے مطالبہ پاکستان کی حمایت کے لئے ملاقات بھی کی تھی، مطلب وہ سبھاش چندر بوس کے بعد ہٹلر سے بامقصد ملاقات کرنے والے دوسرے رہنما تھے انھونے فرانسیسی رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے فرانسیسی زبان میں بھی اس موضوع پر کتاب تحریر کی تھی۔"[30]

اوپر جعفری صاحب کے ضمن میں خالد احمد صاحب کا تذکرہ چھیڑا گیا تھا ان کی کتاب کی بابت اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب تاریخ کی کوئی باقاعدہ کتاب نہیں ہے، بلکہ لسانیات سے تعلق رکھتی کتاب ہے اور یہی ان کا دایرہ تخصیص بھی سمجھا جاتا ہے، یہ امر کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ کئی زبانوں میں کئی الفاظ مماثل ملتے ہیں، کچھ ایک دوسرے کی اصل یا فرع کا درجہ رکھتے ہیں، کچھ میں اخذ کار فرما ہوتا ہے تو کچھ میں توارد ملتا ہے اور دو ادب عرصہ دراز سے قراقلی ٹوپی اور قراقلی قوم کے وجود سے واقف چلا آرہا ہے۔ کیونکہ صدیوں سے وسطی ایشیا یا ازبکستان نے اہل ہند واقف چلے آرہے ہیں، مغلوں اور ازبکوں کا وسط ایشیا میں مغل سلطنت کے ہندوستان میں آغاز سے قبل تصادم تاریخ میں معروف ہے توزک بابری بھی اس ضمن میں دیکھی جا سکتی ہے۔ جہاں تک پاک سرزمین کا تعلق ہے ہمارے ترانے میں شامل الفاظ ہیں اس میں لفظ پاک فارسی زبان سے لیا گیا ہے، اور دو لفظ صاف اس پر مبالغہ کر کے پاک وصاف بن جاتا ہے۔ عربی میں اسے طہارت و طاہر کے مترادف لفظوں میں بروئے کار لایا جاتا ہے۔ اس ضمن میں پاکیزہ لفظ اور فلم بھی معروف ہیں۔ اسی مناسبت سے رحمت علی کا ماننا تھا کہ پاکستان وہ سرزمین ہوگی جہاں مسلمنانِ ہند شریعت کی روشنی میں پاک بازندگی بسر کریں گے۔ جبھی انھونے اسے پاکستان یعنی پاک لوگوں کی سرزمیں پکارا تھا، ممکن ہے کہ یہ مخفف ان کا اختراع کردہ ہو اور پاک لوگوں والا تصور خواجہ عبدالرحیم صاحب کا پیش کردہ ہو؟

چناچہ سہیل صاحب یہ معنی اخذ کرتے دکھتے ہیں کہ **قراقل قوم** کے علاقے پاکستان سے اخذ کرنا دوری کی کوڑی لانے کے سوا کچھ نہیں ہے یہ لفظ اصل میں فارسی لفظ پاک سے اخذ کر کے اسے اصطلاح کا درجہ دے دیا گیا ہے جو کچھ اس طرح تھی کہ پنجاب جمع افغانیہ (سرحد) جمع سندھ، جمع تان (بلوچستان) بلکہ سہیل صاحب نے یہ مسلہ یہ تحقیق کر کے حل کر دیا کہ اس قوم کا وطن تو **قرہ قلپاقستان ہے۔**[31]

چناچہ تاریخ پاکستان کے بنیادی رواۃ اور اولین مورخین چوہدری رحمت علی کو ہی مجوزہ اسکیم کا صناع کار تصور کیا کرتے تھے، جیسا کہ ڈاکٹر اشتیاق احمد قریشی صاحب نے واا ضح کیا ہے کہ اقبال نے اپنی مسلم ریاست کا کوئی نام ہی تجویز نہیں کیا تھا لیکن رحمت علی نے اس کا نام تجویز کیا تھا۔[32]

ہم یہ واضح کر چکے ہیں اقبال برصغیر ہند میں ہی برطانوی راج کے زیر اطاعت ایک صوبے کے وجود کا خواب دیکھ رہے تھے جس میں مسلم اکثریت رہائش پذیر ہوتی اور جو برطانوی ہند کے صوبے یوپی کا مسلم جواب ہوتا۔

ہم اب یہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ تاریخ ہمیں کن افراد کے ساتھ رحمت علی کو اس تحریک چلاتا دکھاتی ہے، چنانچہ ۱۹۳۲ کو چوہدری صاحب نے ایک چار صفحے پر مشتمل پمفلٹ جاری کیا تھا، اس وقت تیسری گول میز کانفرنس ہونے والی تھی۔ اس کو چار طلبا نے تقسیم کیا تھا جو رحمت علی، عنایت علی، محمد صادق اور محمد اسلم تھے۔ اس میں بتایا گیا تھا کہ برصغیر مین اس وقت تک امن و امان بہتر ہونا ممکن ہے جبتکہ ہم مسلمان ہندو اکثریت پر مشتمل فیڈریشن کے زیر سایہ رہتے رہیں گے۔ اور غلامی کی زندگی بسر کرتے رہیں گے۔ مذید یہ کہ یہ تین کروڑ مسلمانوں کے جذبات ہیں جو پاکستان میں رہایش پذیر ہیں جس کا مطلب ہے کہ پنجاب، افغانیہ (سرحد)، کشمیر، اور بلوچستان اس پمفلٹ کا نام تھا (ناو اینڈ نیور: ابھی نہیں تو کبھی نہیں)۔ [33]

چوہدری صاحب معلوم پڑتا ہے کہ کافی کم عمری میں ہی مشہور ہو چکے تھے چناچہ آپ نے انڈین ازم، اور ہندوستانی وفاق کے خلاف اعلان جنگ کیا تھا، آپ کی اسکیم معلوم پڑتا ہے کہ پنجاب کے پڑھے لکھے حلقوں میں کافی مقبول تھی۔ مجلس کبیر پاکستان کے متعلق تمام لوگ چوہدری رحمت علی سے متاثر نظر آتے تھے۔ [34]

چوہدری رحمت علی اور تصور پاکستان کی بازگشت مسلم لیگ کے حلقوں میں بہت اندر تک معروف ہو چکی تھی۔ اس بابت مولانا حسن مثنیٰ ندوی جن کا تعلق مشہور علمی خاندان پھلوار شریف سے ہے، اور یہ پکے مسلم لیگی تھے ان کا مندرجہ ذیل بیان اس بحث کو مذید واضح کر دیتا ہے کہ پاکستانی منصوبے یا پھر لفظ پاکستان سے چوہدری صاحب کا کیا رشتہ تھا۔

مولانا لکھتے ہیں کہ: ۱۹۴۳ کے مسلم لیگ: دھلی کے خطبے میں جناح صاحب نے اس ضمن لفظ پاکستان کے وجود میں آنے کا تذکرہ بھی کیا تھا، ہم لوگ برسوں سے ہی اس نام کو جانتے تھے، چوہدری رحمت علی کو جانتے تھے۔ **خالدہ ادیب خانم** اور انکی کتاب: **اندرونِ ہند**[35] کو جانتے تھے۔ اس کتاب کو پڑھ بھی چکے تھے۔

خالدہ نے اس میں رحمت علی کا ایک طویل انٹرویو ان کی پاکستان نیشنل مومنٹ کے سلسلہ میں درج کیا تھا، اور ۱۹۳۷ میں ہم لوگوں کی نگاہ میں یہ کتاب آچکی تھی، اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ: اس کو انگریز قدیم مسلم ایمپایر کے احیا کی تحریک قرار دیتے ہیں، اور وہ اسے پان اسلام ازم بھی سمجھتے ہیں، چوہدری رحمت علی نے کہا تھا کہ انڈیا کو ایک کہہ کر اس میں مسلمانوں کو اقلیت بنا رکھنے کی کوشش کی جارہی ہے، ہمارا پاکستان اور یہ خطہ ابھی صرف شمال مغرب میں ان کے پیشِ نظر تھا، رقبہ میں اٹلی سے چار گنا، جرمنی سے تین گنا، فرانس سے دو گنا ہو گا۔ ۱۹۳۷ میں **انسایکلوپیڈیا آف اسلام** کا چوتھا ضمیمہ شایع ہوا، اس میں بھی پاکستان نیشنل مومنٹ کا تذکرہ تھا، اور یہ تبصرہ بھی موجود تھا کہ اگر یہ تحریک کامیاب ہو گئی نہ صرف ہندوستان بلکہ پورا ایشیا اسے سے متاثر ہو گا۔ [36]

ہم بیان کر چکے ہیں کہ چوہدری صاحب کے دماغ میں کئی اسکیمیں موجود تھیں انھوں نے ایک مسلم برِ اعظم کا خواب بھی دیکھا تھا، اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے جو دیگر ریاستوں کے خواب دیکھے وہ ان کے مجموعہ تحریر اور مذکورہ بالا کتاب میں ذکر ہیں، شاید مولانا حسن مثنیٰ ندوی صاحب کی نگاہ ان دیگر اسکیموں تک نہیں جاپائی تھی۔ اس قسم کی تبلیغ، منصوبہ بندی، اہل عصر میں ان کی خدمات کا اعتراف سندی طور پر

ان کے سوا کسی اور پیش کردہ نام کے سوا معلوم نہیں ہو پایا ہے۔ **علامہ غلام حسن کاظمی صاحب** کے دماغ اور خواجہ عبد الرحیم کے دماغوں کا اس بحث سے کتنا تعلق بنتا ہے ممکن ہے کہ مستقبل میں کوئی ایسا ماخذ نظر آجائے جو کچھ عقیل صاحب کے موقف میں مذید بہتری لائے مگر ان کا قول تاحال روایت غریب کا درجہ رکھتا ہے عصری ماخذات اور رواۃ اس بابت خبر مشہور کے درجہ تک بھی جا نہیں پائے ہیں جبکہ رحمت علی کی بابت یہ معاملہ تواتر علمی و نقلی تک جا پہنچا ہے۔ ساتھ ان کی ذاتی تحریریں اور اعترافات سونے پہ سہاگہ ہیں۔

سید ذوالفقار علی: وائس چیرمین: پریس فاونڈیشن: آزاد کشمیر کی ایک تحریر آن لاین موجود ہے، جس میں انھوں نے علامہ غلام حسن کاظمی کا تعارف اول پاکستان کا لفظ استعمال کرنے والے اور اختراع کرنے والے فرد کے طور پر پیش کیا ہے، اس میں وہی عقیل عباس جعفری والی باتیں دہرائی گئی ہیں ان کو ایک ایوارڈ دینے کا ذکر کیا ہے۔ پھر ساتھ میں انھوں نے ایک کریمی صاحب کے انگریزی پیپر کا حوالہ دیا ہے: جس میں عقیل صاحب والی باتیں لکھی ملتی ہیں، بلکہ شاید عقیل صاحب کا ماخذ یہی پیپر ہے: جیسا کہ اس سایٹ پر لکھا گیا ہے کہ:

یونیورسٹی آف آزاد جموں و کشمیر کے شعبہ انسٹیٹیوٹ آف کشمیر سٹڈیز کے سہ ماہی مجلے میں **جناب پروفیسر عبدالحمید کریمی صاحب** کا انگریزی میں لکھی گئی تحریر [37] چھپی تھی جس میں انھوں نے علامہ کاظمی مرحوم کو کشمیر کا مولانا ابوالکلام اور مولانا ظفر علی خان قرار دیا تھا۔ ذوالفقار صاحب نے عقیل اور کریمی کے ساتھ ایک اور صاحب **سبط حسن ضیغم** کا نام بھی حسن صاحب کے موئدین میں گنوایا ہے۔ ان تمام افراد کی کل بحث اس دلیل پر استوار ملتی ہے کہ حسن صاحب نے چوہدری صاحب سے قبل لفظ پاکستان ایک اخبار کے ڈیکلریشن کے حصول کے لئے استعمال کیا تھا، مگر اس کو بروقت اجازت نامہ حاصل نہیں ہو سکا تھا۔ ان کی بحث سے سے یہ بھی معلوم پڑتا ہے کہ چوہدری صاحب اس اکیلے تماشہ کے واحد فرد نہیں تھے، بلکہ کچھ اور لوگ بھی ان کے شریک سفر تھے، مگر حیران کن بات یہ ہے کہ ان بقیہ ناموں کی بابت تاریخ ان کے دعوے اور شرکت کے ضمن میں تاحال کچھ خاص کہنے اور پیش کرنے سے قاصر نظر آتی ہے، چناچہ اس میں وہی نام گنوائے گئے ہیں جو ہم نے اس کتابچہ اور گول میز کانفرنس میں کیمبرج کے طلبہ کے ضمن میں گنوا دئے ہیں، ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ انھوں نے اس میں لفظ پاکستان کی جگہ: پاک ستان استعمال کیا تھا۔ یہ بات کافی مضحکہ خیز ہے کیونکہ ستان اس بحث میں ایک لاحقہ ہے جو پاک کے ساتھ مل کر پاکستان کی اصطلاح بناتا ہے، شاید کاف کے نیچے زیر کاظمی ساحب کی اصلاح کردہ ہو مگر معترض یہاں مرغی کی ٹانگ نہیں پوری مرغی پر قبضہ کے موید نظر آرہے ہیں۔ اس ضمن میں موصوف نے عقیل صاحب کے بر خلاف خواجہ عبد الرحیم سے لفظ کی نسبت کی نفی کی ہے۔

حلانکہ ہم بھی یہ کہہ کر جان چھڑا سکتے ہیں کہ علامہ جی نے پاکستان نامی جس اخبار کے لئے اجازت نامہ مانگا اس کے لئے انھوں نے قراقل پاکستان نامی ریاست کے نام سے لفظ پاکستان اخذ کیا ہو گا۔ دوسرا اسکیم پاکستان اور صرف لفظ پاکستان دو الگ الگ باتیں ہیں، ہمارا کہنا ہے کہ چوہدری صاحب نے اس کل بحث کو منصوبہ بندی اور تبلیغ سے پیش کر کے منطقی انجام تک پہنچانے کی کوشش کی تھی۔ ان کا لفظ پاکستان ایک جغرافیائی مخفف ہے۔ جو موجودہ ریاست پاکستان کو لفظی اصطلاحی طور پر جغرافیائی مربوطیت سے واضح کرتا ہے۔ جبکہ مقابلے میں علامہ کے ہاں اس کا سیاسی نظمی رخ مفقود نظر آتا ہے۔

خیر کاظمی صاحب کی بابت بیان کردہ قصے کی رو سے انھوں نے **عزیز چشتی** نامی مسلم لیگی رہنما کی توسط سے ایک درخواست کمشنر ایبٹ آباد کو پیش کی تھی کہ انہیں ایک اخبار پاکستان نام کے نکالنے کی اجازت مرحمت عطا کی جائے یہ واقعہ ۱۹۲۸ کے قریب بتایا جاتا ہے، مگر اس واقعہ میں یہ واضح اعتراف ہے کہ یہ اخبار کم از کم ۱۹۲۸ میں وجود میں آ نہیں سکا تھا، ان کا قیاس ہے کہ ۱۹۲۹ میں چوہدری صاحب ہندوستان میں موجود تھے اور انھوں نے شاید وہیں کہیں سے یہ لفظ سنا تھا۔ مگر ماجرا یہ ہے کہ اس انفارمیشن ٹیکنالوجی کے دور سے عرصہ قبل ایبٹ آباد والی درخواست پر ہی ان کی نگاہ کیوں بیٹھی تھی، ان کو اول تو یہ طے کرنا باقی ہے کہ لفظ پاکستان ہی کیوں چوہدری جی کو اتنا بھایا تھا کہ سرقہ کر بیٹھے؟ دوسری بات ایبٹ آباد کے دور افتادہ کمشنر کے آفس تک ان کی رسائی کیسے ہوئی جو انھوں نے ایسا سرقہ سرانجام دیا، پھر یہ سرقہ انھوں نے خواجہ عبدالرحیم سے کیا تھا، یا کاظمی صاحب سے کیا تھا؟ یا پھر تاریخ عالم واسلام کے قاری کے طور پر انھوں نے قراقل پاکستان سے اخذ کیا شاید ان کو یہ خیال اپنی قراقلی زیر استعمال ٹوپی کے سبب آیا ہو یہ امر دھند میں دب چکا ہے؟

بتایا جاتا ہے کہ علامہ کاظمی ایبٹ آباد میں ۱۹۰۴ میں پیدا ہوئے تھے، انکا پاکستان نامی اخبار ۱۹۳۶ میں شایع ہونا شروع ہوا تھا جس کا ،مقام تھا ایبٹ آباد، مگر اس میں یہ مسلہ پھر پیدا ہوا کہ ۱۹۳۸ کو سرحد میں باچا خان کے بھائی خان صاحب کی حکومت قایم تھی اس نے روزنامہ پاکستان کی ضمانت ضبط کر کے اسے بند کر دیا، بتایا جاتا ہے کہ علامہ بھی پاکستان میں طویل عرصہ جئے تھے اور ۱۹۸۴ کو ضیا صاحب کے دور میں وفات پا گئے اور مظفر آباد کے مضافاتی مقام ٹھنگر شریف میں مدفون ہوئے تھے۔[38]

ذوالفقار صاحب نے کہا ہے کہ چوہدری صاحب کو تو املا بھی صحیح نہیں آتا تھا، اس کتابچہ میں انھوں نے چار دفعہ بھی لفظ پاکستان ڈھنگ سے استعمال نہیں کیا ہے وہ اسے پاک ستان پڑھتے تھے۔ ان کا مطالبہ ہے کہ حکومت پاکستان اپنا ریکارڈ درست کرے اور ہمارے کشمیری علامہ کی خدمات کو تسلیم کرے۔

اس پوری بحث سے معلوم پڑتا ہے کہ علامہ کاظمی جی نے مسلم فکر کو ظاہر کرنے والے اخبار کے لئے درخواست دی تھی جس کا نام انھوں نے پاکستان رکھا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ کتاب میں بحث اور اخبار کا نام الگ الگ شہ ہیں صوتی تاثر میں اخبار کا نام وہ قراقل پاک، قراقل پاکستان، پاک ستان تو رکھ نہیں سکتے تھے۔ نا اس میں وہ ترنم و جاذبیت پیدا ہوتی، جو آک پاک وستان کے ملاپ سے پیدا ہو گئی ہے اور کاف تلے زیر نے مزہ دوبالا کر دیا ہے، لہذا ان جیسے عالم فاضل اور کئی زبانوں کے ماہر نے عمدہ یہی جانا کہ نام پاکستان رکھا جائے پاک جمع ستان کو یک جان یک قالب کر دیا جائے۔

علامہ نے حیرت کی بات ہے تقسیم ہند سے لیکر اپنی وفات تک ایسا کوئی دعوی پیش نہیں کیا تھا کہ وہ اس لفظ کے اختراع ساز ہیں، حالانکہ چوہدری رحمت علی کو تقسیم کے بعد ریاست پاکستان کی ناتو پشت پناہی حاصل رہی تھی نا وہ اس سرزمین میں رہ سکے تھے اور ۱۹۵۱ میں ہی لنڈن میں ارتحال کر گئے تھے، جبکہ چوہدری مرحوم کے برخلاف خواجہ عبدالرحیم کو بھی علامہ کی طرح پاکستان میں رہایش کی سعادت نصیب ہوئی اور یہ دونوں محسنین یہیں مدفوں ہوئے بلکہ خواجہ عبدالرحیم صاحب نے تو ۱۹۸۷ میں وفات قبل خود کو مخترع لفظ پاکستان بھی

قرار دے دیا تھا، مگر تحریک کے عصری ذرایع اس کی نفی کرتے نظر آتے ہیں۔ چوہدری صاحب تو خیر مسلم لیگی تھے ہی نہیں، جبکہ علامہ معلوم پڑتا کہ مسلم لیگ سے کچھ نسبت رکھتے تھے، علامہ کو مسلم لیگ اور پاکستان کو اپنانے میں کوئی قباحت، خطرہ، فکری مسلہ درپیش ہونا نہیں چاہیئے تھا مگر پھر بھی وہ اس بابت کچھ دعوی کرنا سکے۔ معلوم پڑتا ہے کہ ان سب کے دماغ ایک ہی رخ پر جا کر لسانی مشابہتوں کی پیشکش یا پھر لسانی توارد کا شکار ہو گئے تھے۔ چوہدری صاحب کی طرف نسبت اتنی معروف ہے کہ اہل ہند و مغرب بھی اس ضمن میں رحمت علی کا نام لیتے دکھائی دیتے ہیں۔[39] انسائکلوپیڈیا ہچنسن میں لفظ پاکستان کے ذیل بیان کیا گیا ہے کہ لفظ پاکستان اور اس کا تحریکی منصوبہ چوہدری رحمت علی کا کارنامہ تھا اسی طرح انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے جس ضمیمہ کا ذکر حسن ندوی نے کیا ہے، اس میں بھی اس کی نسبت چوہدری صاحب کی طرف کی گئی ہے۔ پھر لفظ والی بات میں اخذ ثابت بھی ہو جائے تو ریاست کے خواب والی بات تو ۱۹۱۵ میں رحمت علی بزم شبلی میں بیان کر چکے تھے، جبکہ اس وقت علامہ دس گیارہ سال کے بچے ہوں گے۔ علامہ کے حامیوں نے جو پینترے بدلے ہیں اس میں ۱۹۳۳ والے کتابچہ میں پاک ستان کو اغلاط کا شکار غیر کامل گردان کر یہ کریڈٹ بھی ان سے چھیننے کی کوشش کی ہے۔

اختتامیہ:

المختصر ہم اس کل بحث سے یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ ہمارے پیش نظر جو تاریخی و تحریکی مواد موجود ہے، اس میں چوہدری صاحب کے ہم عصر لوگوں، مسلم لیگ کی قیادت کے بیانوں، تحریک آزادی سے وابستہ مورخین اور راویوں کے مجموعی کلام، نتائج، اسماالرجال، اہل عصر میں موجود شہرت، ان کے اعتراف تصنیفات، اقبال کی نفی و تردید اور درونِ خانہ صوبے کی بابت بحث، کاظمی صاحب کی خاموشی، عدم دلچسپی کے سبب ہم یہ نتیجاعددی و معیاری مواد کی روشنی میں اخذ کرسکتے ہیں کہ چوہدری رحمت علی نا صرف لفظ پاکستان کے خالق تھے بلکہ موجودہ جغرافیائی پاکستان کا منصوبہ تخیل سے نکال کر مسلم لیگ کے زعما تک پہنچانے والے بھی وہی تھے۔ جبکہ ان کے منصوبے کو تعمیری مسالہ سے نقطہ خیز انجام دینے والے مسلم لیگ کے قاید محمد علی جناح صاحب تھے۔ جبکہ خواجہ عبدالرحیم کے دعوے کی جانچ پرکھ کے لئے ہمارے پاس اتنا عددی و معیاری اس دور کی عصری شہادتوں کے مطابق مواد دستیاب نہیں ہے جو ان کے دعوے کی صراحت سے تصدیق کرسکے، لہذا اغلب بنیادی اور اس عصر کے مواد و تحقیقاتِ ثانویہ کی رو سے لفظ پاکستان کے پیش کار اور تصور پاکستان کے مصور و خالق چوہدری رحمت علی صاحب ہی تھے۔

حوالہ جات:

1 جعفری عقیل عباس۔ لفظ پاکستان کا خالق چوہدری رحمت علی یا کوئی اور؟ آن لاین۔۔ ڈان نیوز۔ٹی۔وی:۲۳۔مارچ:۲۰۲۱۔
https://www.dawnnews.tv/news/1075441

2 صدیقی سہیل احمد۔ ہمارے عظیم قائد چودھری رحمت علیؒ۔۔۔جنھیں ہم نے فراموش کر دیا: آن لاین۔۔ایکسپریس نیوز۔۱۵ ۔نومبر:۲۰۲۰۔

https://www.express.pk/story/2104883/1/

3 احمد سعید پروفیسر، حصولِ پاکستان۔لاہور۔علم وعرفان پبلشر۔۲۰۰۲۔صہ:۱۹۴۔

4 ایضاً

5 Dr.Mahmood Hussain(Ed). "A history of the freedom movement." Karachi. Pakistan Historical Society,1963.vol:1.pp:48,49.

6 قریشی ڈاکٹر اشتیاق حسین۔جدوجہد پاکستان، کراچی:شعبہ تصنیف وتالیف۔جامعہ کراچی ۲۰۰۹۔صہ::۱۶۴۔۔

7 Syed Sharifuddin Pirzada۔ Evolution of Pakistan۔ Karachi: Royal Book Co.1995۔pp:68-80.

8 احمد سعید پروفیسر۔حصولِ پاکستان۔ محولہ بالا۔صہ:۱۹۴

قریشی ڈاکٹر اشتیاق احمد۔جدوجہد پاکستان۔ محولہ بالا:صہ:۱۶۴۔

9 قریشی ڈاکٹر اشتیاق احمد۔برصغیر پاک وہند کی ملت اسلامیہ۔کراچی۔ محولہ بالا:صہ:۳۸۴۔

10 احمد سعید پروفیسر۔حصول پاکستان۔ محولہ بالا:صہ:۱۹۴۔

11 احمد سعید پروفیسر۔حصول پاکستان۔ایضاً۔

12 The Future of islam in India.

13 احمد سعید پروفیسر۔حصول پاکستان۔ محولہ بالا۔صہ:۱۹۳۔

14 B. Pattabhi۔ Sitaramaya.The History of Indian National Congress .Bombay. Padma Publisher.1946.vol:1: pp:334.

15 Richard Symonds . The Making of Pakistan. London. Faber and Faber۔1950.pp:59.

16 احمد سعید پروفیسر۔حصول پاکستان۔بحوالہ:

Indian annual Register.vol:11:july...Dec:1930.

17 احمد سعید پروفیسر۔حصول پاکستان:بحوالہ ذیل:

Modern review calcuta:Feb:1931"pp:1931.

18 Latif Ahmad Serwani(Ed). Speeches, Writings and Statements of Iqbal. Lahore. Iqbal Academy Papkistan.1995.Pp:10,11.

19 حسن ریاض سید۔ پاکستان ناگزیر تھا۔ کراچی۔ شعبہ تصنیف و تالیف: جامعہ کراچی۔ ۲۰۱۰۔ صہ:۲۴۹۔

20 تاراچند ڈاکٹر۔ مسلم افکارِ سیاست۔ لاہور: مکی دارالکتب۔ ۲۰۰۲:۔ صہ:۸۳۔

21 قومی کتب خانہ۔ ۱۹۶۳۔ صہ:۳۹۶۔ عبدالمجید سالک۔ سر گزشت۔ لاہور۔

22 جاوید اقبال جسٹس۔ زندہ رود۔ لاہور، سنگ میل پبلشرز۔ ۱۹۸۵۔ صہ:۴۱۵۔

23 گاندہی راج موہن۔ مسلم افکار۔ لاہور۔ فکشن ہاوس۔ ۱۹۹۶۔ صہ:۱۳۸۔

24 صدیقی سہیل احمد۔ معروضات۔ کراچی، ایکسپریس: سنڈے میگزین:۵۔ جنوری۔ ۲۰۱۱: صہ:۲۲۔

25 https://urdu.dunyanews.tv/index.php/ur/World/658446

26 The Bridge Of words.

27 گاندہی راج موہن۔ مسلم افکار۔ لاہور۔ محولہ بالا: صہ:۲۳۱۔

28 جعفری عقیل عباس۔ لفظ پاکستان کا خالق کون؟ کراچی۔ روزنامہ ایکسپریس: سنڈے میگزین:۲۷۔ مارچ۔ ۲۰۱۱۔

29 Choudhry Rahmat Ali. Pakistan: father land of the Pak Nation. Cambridge .foister and Jagg.: by Pakistan national Movement.

30 صدیقی سہیل احمد۔ معروضات۔ کراچی، ایکسپریس: سنڈے میگزین:۵۔ جنوری۔ ۲۰۱۱: صہ:۲۲: بحوالہ: کاروان شوق: ادارہ تحقیقات پاکستان: جامعہ پنجاب: لاہور؛ صہ:۴۴۔۔

31 صدیقی سہیل احمد۔ معروضات۔ کراچی، ایکسپریس: سنڈے میگزین:۵۔ جنوری۔ ۲۰۱۱: صہ:۲۲

32 قریشی ڈاکٹر اشتیاق احمد۔ جدوجہد پاکستان۔ کراچی۔ شعبہ تصنیف و تالیف: جامعہ کراچی۔ ۲۰۰۹: صہ:۱۶۷۔

33 ہاشمی ڈاکٹر حمید اللہ۔ تاریخ پنجاب۔ لاہور۔ مکتبہ دانیال: صہ؛۶۴۲۔

34 پروفیسر احمد سعید۔ حصولِ پاکستان۔ محولہ بالا۔ صہ:۳۴۴۔

35 Inside India.

36 ندوی مولانا حسن مثنی: برعظیم کی تحریک آزادی اور حصولِ پاکستان کی تاریخ۔ جریدہ: شمارہ:۳۰:: کراچی: شعبہ تصنیف و تالیف: جامعہ کراچی: صہ:۴۲۰۔

۔۔ ندوی مولانا حسن مثنی:برصغیر میں تحریکِ آزادی کی تاریخ۔:ایک خودنوشت:جامعہ کراچی دارالتحقیق برائے علم و دانش۔:برقی اشاعت:صہ:۴۲۰:

https://archive.org/details/TarikhEPakistan.f/page/n432/mode/1up

37 Prof.Abdul hameed karimi: The primordial user of word Pakistan :triannual :Shadra::Azad Kashmir:Institute Of Kashmir Studies:University Of Azad and Jamu kahsmir:july to sep:2010:pp:8.

38 https://allamakazimi.blogspot.com/2012/04/allama-ghullam-hassan-kazmi-pakistan.html?m=1

38۔ جعفری عقیل عباس۔لفظ پاکستان کا خالق کون؟کراچی۔روزنامہ ایکسپریس:سنڈے میگزین:۲۷۔مارچ۔۲۰۱۱۔صہ:۶:

39 Jaswant Singh. Jinnah: India,Partition,Independence:dehli. rupa Publisher.2009:pp:295.

Hutchinson Twentieth Century Encyclopedia: Pakistan London. Hutchinson and& co.ltd.1963: Third Edition: pp:771.

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.